کیا اور کہاں؟

پیام صبح

کُلُّ نفس ذائقة الموت

اداریہ — احمد یوشع سعیدی

جادۂ اعتدال سے انحراف...راہ ہدایت سے برگشتگی...خوان اسلام سے دوری... عالم کفر وشرک سے قربت...تعلیمات نبوی سے بے تعلقی اور شیطانی خرافات سے دلچسپی یہ وہ امراض ہیں جن کو دور کرنے کے لئے کتابوں کی شکل میں ''آسمانی نسخے'' نازل ہوئے... پھر ان نسخوں کے افہام اور تفہیم کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے کچھ مخصوص بندوں کا انتخاب کیا جو ''حکمت'' کے لبادے میں راہ سعادت سے بہرہ ور کرنے کے جتن کرتے تھے...لاریب! ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام ان ہی آسمانی نسخہ جات کے ذریعہ لکھوکھا لوگوں کو جنت کی ابدی اور سرمدی نعمتوں سے لطف اندوز کرانے میں کلیدی کردار ادا کر سکے...کروڑوں لوگ ان کی بات نہ ماننے نتیجہ یہ ہوا کہ جہنم کی ہمیشہ ہمیش کی سزاؤں میں گرفتار اور حشر کے میدان میں اللہ کے سامنے خوار ہوئے۔ یہ دنیا ابتلاء و آزمائش کا وہ گھروندہ ہے جس کے اندرونی حصہ میں ظاہری چکاچوند ہے...آنکھوں کو خیرہ اور دل کو تیرہ کر دینے والی صفات ہیں...ذہنوں کو ماؤف کر دینے والا ظاہری حسن اور افکار میں تزلزل پیدا کرنے دین والا ''شیطانی فکر'' ہے...جس نے ضلالت کی راہوں پر سادہ لوح بندگان خداوند کو لا کھڑا کیا...کشتوں کے پشتے لگا دئے...جہنم کا ایندھن بنا دیا... انبیاء کی دعوت...صحابہ کرام کے اوامر و نواہی ... اولیاء اور اتقیاء کی شبانہ روز کی

محنتیں۔۔۔علماء کی کوششیں سب ایک ہی سلسلۃ الذہب کی مبارک کڑیاں ہیں اور سبھی کا مقصود و مطلوب رضاء الٰہی ہے اور بس۔۔۔جنت کا معاملہ اور دوزخ کا مسئلہ یہ سب بعد کی چیزیں ہیں۔۔۔جو اللہ کی رضا اور ناراضگی پر منحصر ہیں۔۔۔جن سے اللہ راضی ہوگیا۔۔۔انھیں بہرصورت جنت جانا ہے۔۔۔اور۔۔۔جن سے اللہ ناراض ہوگیا ان کو ضرور بالضرور جہنم کا ایندھن بننا ہے۔ دین کی دعوت اور اسلام کے عروج وترقی کی کوششیں جو لوگ بھی کررہے ہیں اور جہاں کہیں کررہے ہیں سبھی لائق صدشکر وستائش ہیں۔۔۔ایک سلسلہ دوسرے کی نہ تو تنقیص کرے نہ ہی نقد وتنقید کے ذریعہ خود کو معصوم گردانے۔۔۔یہی مذہب اسلام کی تعلیم ہے۔۔۔معاشرہ سے جہالت کی تاریکی دور کرنے کے لئے درس وتدریس ہو یا مختلف طبقات، علاقہ جات، رنگ ونسل اور لسانی وقومی تفاوت کے باوجود دعوت وتبلیغ۔۔۔تالیف قلب کے لئے انجام دی جانے والی رفاہی خدمات ہوں۔۔۔یا۔۔۔دین کی بنیادی ضروریات کے لئے بقدر ضرورت حصول مال اور تجارت۔۔۔اسلام کی عظمت رفتہ کی بحالی کے لئے اقدامی یا دفاعی ماحول ہو یا نفاذ شریعت کے لئے مناسب تدابیر۔۔۔اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے بروقت اور ہمہ وقت تیاری ہو یا دشمنان اسلام کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسلام کے تحفظ اور تشخص کی سرگرمیاں۔۔۔اغیار کے درمیان اسلامی تعلیمات پہنچانے کے لئے عصری علوم کی تحصیل ہو یا غرباء۔۔۔فقراء۔۔۔مظلوم وپسماندہ طبقات کے ساتھ ہمدردی وخیرخواہی کے جذبات۔۔۔عوام وخواص کو گھر بیٹھے دینی تعلیم سے روشناس کرانے کے لئے کتابوں اور رسائل کی ترتیب وطباعت اور ارسال وترسیل ہو یا اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ مسلم میڈیا۔۔۔اخبارات اور میگزین کی اشاعت ہو یا جگہ جگہ جا کر وعظ ونصیحت کا سلسلہ ۔۔۔یہ سب امت کو زندہ رکھنے کے لئے ضروری اور لابدی چیزیں ہیں۔۔۔جن میں

سے ہم کسی کی اہمیت سے انکار نہیں کرسکتے۔۔۔اللہ کا یہ ایک نظام ہے اور ہم سب اس نظام کے پابند۔۔۔ہمیں معلوم ہے میدان درس وتدریس والوں سے تجارت مشکل ہے۔۔۔تو تاجر سے درس وتدریس ناممکن۔۔۔ہم اپنے اپنے دائرۂ کار اور حدود کار میں ایک دوسرے کی حوصلہ افزائی کا مزاج بنائیں۔۔۔جو شخص جس میدان میں مثبت کام کررہا ہے اس کی خدمات کو سراہیں۔۔۔نقد اور تنقید سے کام میں تیزی نہیں رخنہ اندازی کا ماحول بنتا ہے۔۔۔حسد اور حقد کی کیفیات جنم لیتی ہیں۔۔۔مقابلہ آرائی کے امکانات پیدا ہوجاتے ہیں۔۔۔ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی سرگرمیاں وجود میں آ کر امن کو غارت سے۔۔۔سکون کو بے سکونی سے۔۔۔کارکردگی کو ناکردنی سے۔۔۔یقین کو بے یقینی سے۔۔۔حوصلوں کو بے زاری سے۔۔۔بدل کررکھ دیتی ہیں۔۔۔آپ کے بروقت چند حوصلہ افزا کلمات بسا اوقات وہ کام کرجاتے ہیں جو بے وقت لاکھوں روپوں سے ممکن نہیں ہے۔۔۔ہمارے اسلاف کا یہی طریقہ اور ہمارے بڑوں کا یہی جذبہ رہا ہے۔۔۔ہمیں بھی اسی جذبہ پر کاربند رہنا چاہئے۔۔۔کیونکہ امت کو بیک وقت تعلیم، دولت، ہنر، سائنس ہر چیز کی ضرورت ہے۔۔۔فقر سے قومیں ترقی نہیں پاتی ہیں اور مذہب اسلام میں غربت کا کوئی تصور بھی نہیں ہے۔۔۔اسی لئے صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جہاں امیروں کو حکم ہے کہ وہ زکوۃ بھی دیں۔۔۔صدقات بھی، قربانی بھی کریں اور ان کا گوشت بھی تقسیم کریں۔۔۔عشر بھی دیں اور فطرہ بھی، پڑوسی کا بھی خیال رکھیں اور عزیز ورشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی بھی۔۔۔گرتوں کو تھامیں اور مریضوں کی تیمارداری کریں۔۔۔مرنے والوں کی تعزیت اور یتیموں کی کفالت کے فرائض بھی انجام دیں۔۔۔بیواؤں کا تعاون اور مصیبت زدگان کے شانہ بشانہ کھڑے ہوں۔۔۔مظلوموں کی مدد کے لئے آگے بڑھیں اور ظالموں کے پنجوں کو مروڑ کررکھ دیں۔۔۔

روحانی اور معاشرتی بیماریوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں... اوامر پر کاربند ہوں... مسافرین کی مدد کریں...ابناء السبیل کا ساتھ دیں... مہاجرین کی غم خواری اور جذبۂ شہادت سے سرشار اور اسلام کی حقانیت کے لئے بزور بازو مصروف کار افراد کی نصرت، معاندین کی حوصلہ شکنی اور مخالفین کی بیخ کنی۔ الغرض اسلام وہ تابناک و تابدار مذہب ہے جو اپنی شاندار تعلیم کے باعث صرف مسلمانوں کا نہیں بلکہ پوری انسانیت کے درد کا درماں اور تمام مظلوموں کا سہارا بنا ہوا ہے۔سلوک کی دنیا میں ایک اہم سلسلہ ''نقشبندیہ اویسیہ'' بھی ہے جو ''پاس انفاس'' کے ذریعہ اپنے ذاکرین وسالکین کو راہ ہدایت وسعادت کی منزلوں سے ہمکنار کرنے میں مصروف ہے۔ یہ سلسلہ کوئی نیا نہیں ہے جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے چلتا ہوا سیدنا ابوبکر صدیقؓ ،حضرت حسن بصریؒ،حضرت داؤد طائی،حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت عبید اللہ احرارؒ،حضرت عبدالرحمن جامیؒ،حضرت ابوایوب محمد صالحؒ،حضرت خواجہ اللہ دین مدنیؒ اور حضرت عبدالرحیمؒ سے ہوتا ہوا حضرت اللہ یار خانؒ تک پہنچا ہے۔

اب اس سلسلہ کی نگرانی وسرپرستی اور خلق خدا کو سلسلہ کی تعلیمات سے روشناس کرانے میں حضرت اللہ یارخانؒ کے خلیفہ حضرت اقدس احسن بیگ مدظلہ ضعف ونقاہت اور پیرانہ سالی کے باوجود شبانہ روز مصروف عمل ہیں۔حضرت اقدس احسن بیگ مدظلہ کے ایک نامور خلیفہ اور اہم عالم دین حضرت مولانا محمد یوسف پٹیل علیہ الرحمہ کا اچانک انتقال ہوگیا۔مولانا موصوف کے ذریعہ یوں تو عالم اسلام میں الحمدللہ دینی دعوت بحسن وخوبی پہنچ رہی تھی لیکن پاکستان، بنگلہ دیش، کناڈا، ملیشیا اور دیگر بہت سے عربی ویورپی اور افریقی مما لک کے مسلمان مولانا کے مواعظ اور ارشادات سے اپنے دل کی دنیا روشن اور فکر کی کھیتی سیراب کررہے تھے،مولانا کی مرنجا مرنج ذات سے سبھی کو روحانی فائدہ ہوتا تھا اور سلسلہ کے بہترین ترجمان اور لسّان تھے افسوس کہ دنیا ایک اہم عالم دین سے محروم ہوگئی۔ادارہ ''پیام

سہارنپور'' نے حضرت والا کی حیات جاودانی کو زندہ وجاوید رکھنے کے لئے یہ خصوصی شمارہ محض اس امید اور نیت سے شائع کیا ہے کہ اللہ اس کو سلسلہ کے تعارف کا ذریعہ بنائے...لوگوں کو راہ ہدایت وطریق سعادت سے ہمکنار فرمائے اور مولانا کے متعلقین ومعتقدین اور سلسلہ کے سالکین کے لئے یادگار اور ہمارے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔

دن ڈھل رہا تھا جب اسے دفنا کے آئے تھے
سورج بھی تھا ملول زمیں پر جھکا ہوا

''پیام سہارنپور''

سہ ماہی ''پیام سہارنپور'' کم پڑھے لکھے اردوداں حضرات کی معلومات میں اضافہ... ہندوستان میں سلسلہ اویسیہ نقشبندیہ کے تعارف اور اکابر اہل اللہ کی تعلیمات کی اشاعت کے لئے گزشتہ سال جاری ہوا تھا... مضامین کی ندرت، سادہ اور سلیس زبان، عام فہم مضامین ومقالات اور بچوں وخواتین کے لئے اہم دینی مضامین کی وجہ سے الحمدللہ یہ رسالہ قبولیت اور اعتماد حاصل کررہا ہے...آپ اپنے گھر بیٹھے اس رسالہ کو حاصل کرنے کے لئے صرف 100 روپے میں ممبر بنیں اور دوسروں کو بھی بنائیں تاکہ گھر بیٹھے آپ دین کی بنیادی معلومات سے واقف ہوسکیں۔(ادارہ)

ترجمانِ

سلسلۂ نقشبندیہ اویسیہ

مفتی ناصرالدین مظاہری استاذ مظاہرعلوم (وقف) سہارنپور

اِن انگلیوں نے اپنی مختصرسی عمر میں سیکڑوں اکابر... علماء اورصلحاء کے تذکار وتذکرے لکھے... بے مثال علمی ہستیوں کی بوقلم زندگیوں کےعکس ومناظر کانظارہ کرایا ... **اذکروامحاسن موتاکم** پرعمل کرنے کی اللہ احکم الحاکمین نے باربارسعادت بخشی... لذتوں کوبدمزگی سے... قربتوں کوفرقتوں سے... مسرتوں کوغموں سے... آس کویاس سے... یافت کوزیاں سے... ہست کوبود سے... واہ کوآہ سے... آہ کوکراہ سے... کراہ کوآنکھوں سے ... آنکھوں کوپلکوں سے... پلکوں کواشکوں سے... اشکوں کوتقاطر سے... تقاطرکوزمین سے... زمین کومٹی سے... اور... مٹی کوانسان سے جونسب اورنسبت ہے اس کوکون جھٹلاسکتاہے... اس سے کس کوراہ فرارمل سکتی ہے... کس کومجال انکارہوسکتاہے... کچھ نہیں: بس سچ صرف وہ ہے جو''کلام الٰہی''میں موجود ہے ... جس کاایک ایک حرف صدق وصداقت کا آئینہ دار ہے.. جس کاایک ایک پیام نویدجانفزاہے.. جس کی ایک ایک آیت آیۂ رحمان ہے.. جس کاایک ایک

حکم... حکم لازوال ہے... جس نے کشتوں کے پشتوں کی تاریخ بیان کی... جس نے فراعنہ کی زندگیاں پیش کیں... جس نے عمالقہ وجرہم کے خوفناک قصے محض اس لئے سنائے تاکہ بے بصیرتوں کوعبرتوں کاسامان مل سکے۔ **ان ھذہ تذکرہ فمن شاء اتخذالیٰ ربہ سبیلا۔**

وفات العلماء:

پوراایک سال ہوچکاہے جب دارالعلوم دیوبند کے نامور استاذ حضرت مولانا نعمت اللہ اعظمی کی زبان مبارک سے دوران درس یہ الفاظ نکل گئے: یہ سال علماء کی وفات کاسال ہوگا، حتیٰ کہ دارالعلوم بھی متاثرہوگا''

بس پھر کیاتھا''**ان من عباداللہ من لو اقسم علی اللہ لابرہ**''(بلاشبہ اللہ کے بندوں میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اگر کسی چیزپر قسم لے لیں تو اللہ تعالیٰ اس کوضرورپورافرمائے)تسبیح کے درمیان کادھاگہ اگرٹوٹ جائے توموتی کیسے گرتے ہیں ؟ یہ منظرسبھی نے دیکھاہے، بالکل اسی طرح علماء کرام،صوفیاء عظام بالخصوص محدثین حضرات اس تیزی سے دنیاسے رخصت پذیرہوئے ہیں کہ بڑے بڑے مدارس کے خانہ ہائے حدیث پرویرانیوں کی حکمرانی ہوگئی، جیسے کسی بچہ کی موت پرماں کی گودسونی ہوجاتی ہے بالکل ویسے ہی روئے زمین اللہ والوں سے خالی ہوگئی ، حضرت مولاناسلیم اللہ خانؒ،حضرت مولاناعبدالحق اعظمیؒ،حضرت مولانا ریاست علی بجنوریؒ،حضرت مولاناشیخ نسیم احمدغازی مظاہریؒ،حضرت مولانا شیخ احمدبدات،حضرت مولاناشیخ محمدیونس جونپوریؒ اوربہت سے اہم علماء کارخصت ہوجاناامت کاگویا''یتیم''ہوجاناہے۔

مجھے یاد ہے بیسویں صدی کے اواخر کی بات ہے بالکل یہی کیفیت تھی جب اسلاف واکابر ایک ایک کرکے اتنی تیزی سے گئے تھے کہ پوروں پر گننا مشکل ہوگیا تھا، چنانچہ عارفِ وقت حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ، حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ، حضرت مولانا وحید الزمان کیرانویؒ، حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ، حضرت مولانا قاضی اطہر مبارک پوریؒ، حضرت مولانا رشید الدین حمیدیؒ وغیرہ بہت سی شخصیات نے رختِ سفر باندھا تھا۔ پھر فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ کے انتقال پر ملال کے اریب قریب بھی یہی کیفیت پیدا ہوگئی تھی چنانچہ حضرت مولانا سید انظر شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا فضیل احمد قاسمیؒ، حضرت مولانا صفی اللہ خان جلال آبادیؒ، حضرت مولانا مصطفی بھیسانویؒ، حضرفت مولانا سید وقار علی بجنوریؒ، حضرت مولانا محمد حنیف مظاہریؒ، حضرت مولانا خورشید عالم قاسمیؒ، حضرت مولانا ابوبکر غازی پوریؒ، حضرت مولانا قاری امیر حسن مظاہری ہردوئیؒ، حضرت مولانا امیر احمد مظاہری للیانویؒ، حضرت مولانا محمد اسلم مظاہریؒ، حضرت مولانا حکیم محمد عرفان الحسینی، حضرت مولانا خیر الرحمن احمد آبادیؒ، حضرت مولانا حامد علی خان سیتاپوریؒ اور دیگر بہت سے علماء نے مفارقت کا داغ دیا تھا۔

اب پھر فتنی کا ایک ایسا تسلسل چل پڑا ہے کہ ہر نئے دن کے ساتھ ایک نئی خبر، ہر نئی صبح کو ایک دل خراش news سماعتوں سے ٹکراتی اور دلوں کو پاش پاش کرتی چلی جاتی ہے۔

مولانا محمد یوسف پٹیل:

شیخ الحدیث عالم جلیل محدث شہیر حضرت مولانا محمد یونس جون پوریؒ کی رحلت

سے نکلنے والے آنسوؤں کی نمی ابھی آنکھوں میں محسوس ہی ہورہی تھی کہ سلسلہ اویسیہ نقشبندیہ کے ترجمان، مشہور عالم دین جناب مولانا محمد یوسف پٹیل بھی اچانک رحلت فرماگئے۔ **ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی و کل شئی عندہ باجل مسمی فلتصبر و لتحتسب**۔

بدنیا گر کسے پاینده بودے
ابوالقاسم محمد زنده بودے

ایک ہنستا، کھلکھلاتا، مسکراتا، بادِ نسیم کے مانند اٹھکیلیاں کرتا، خود بھی بادِ صبح گاہی کی طرح خوش وخرم اور دوسروں کے چہروں پر بھی خوشیاں دیکھنے کی عادت، جہاں چلے جائیں سب پر چھاجائیں، بات کریں تو پھول جھڑیں، مسکرائیں تو مثل گلاب اور خاموش ہوں تو سورج مکھی، ہونٹ ہلائیں تو کتابوں، بزرگوں اور مثالوں کے انبار لگادیں خاموش ہوں تو من صمت نجیٰ کے پیکر مجسم بن جائیں، علماء کے درمیان ہوں تو متعلم بن جائیں، چھوٹوں کے درمیان ہوں تو معلم نظر آئیں، کسی بھی موضوع پر تقریر کا فن، ہر سوال کا تسلی بخش جواب دینے کا ہنر، غصہ میں آئیں تو چہرہ مثل انار:

جاتا رہا وہ ذوق بھرا تھا جو قلب میں
غائب ہوا وہ ذہن جو حاضر دماغ تھا

حضرت مولانا محمد یوسف پٹیل ان ایام اور اوقات کو گزار کر مولائے حقیقی سے جاملے جو وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سے لائے تھے اور وہاں چلے گئے جہاں انبیاء، اولیاء، اتقیاء، اصفیاء، صلحاء، صالحین، زاہدین، قانتین، خاشعین، ذاکرین، سالکین سبھی کو جانا ہے اور سبھی جارہے ہیں۔ **اینما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدۃ**۔

كل نفس ذائقه الموت ایک حقیقت اور **كل من عليها فان** ایک صداقت ہے،**فمن يعمل مثقال ذرة خير ايره** ایک اعلان اور **ومن يعمل مثقال ذرة شر ايره** ایک فیصلہ ہے۔ارشاد نبوی **القبر روضة من رياض الجنة** ایک بشارت اور **او حفرة من حفر النار** ایک مذکرہ...ایک الارم...ایک جرس کارواں...صدائے مسلسل...اور...ایک کال بیل ہے۔

اِن اللہ والوں کی زندگیاں بھی قابل رشک اور ان کی موتیں بھی قابل غبطہ...اللہ کی طرف سے آنے والے بلاوے پر لبیک وسعدیک کہتے نظر آئے تو عین عالم سکرات میں اپنی زبان کو ذکر الٰہی اور کلمۂ طیبہ سے تر کرنے میں مصروف...دوران درس وتقریر روانگی کی صدائے دلگداز سماعتوں سے ٹکرائی تو سبق بند اور حضورِ رب میں بصد شوق حاضر...کچھ وہ لوگ بھی ہیں جو فقہ وحدیث کی الجھی گتھیوں کو سلجھانے میں مصروف مگر بلاوے کے لئے گوش برآواز...کچھ ایسے بھی ہیں جو نماز کے لئے وضو تو دنیا میں کیا اور نماز قبر میں...کچھ ایسے بھی نظر آئے جنہوں نے قیام تو دنیا میں کیا مگر سجود میں سامان سفر باندھ لیا...کچھ وہ بھی ہیں جو دنیا میں آفتاب بنکر چمکے...تو مرنے کے بعد خوشبو بنکر مہکے...کچھ وہ بھی ہیں جن کا دنیا میں مشغلہ تلاوت قرآن تو قبر میں بھی رضاء رحمان...کچھ وہ ہیں جنہوں نے جام شہادت نوش کیا اور ابدی وسرمدی زندگی پا کر خلد آباد کے مکین ہوگئے...کچھ وہ ہیں جن کے بارے میں خود خالق باری نے فرمایا:**من المؤمنين رجال صدقو اماعاهدو الله عليه**...پھر ان میں سے کچھ وہ ہیں جو **فمنهم من قضى نحبه** کا مصداق ہوئے اور کچھ وہ ہیں جو **ومنهم من ينتظر** کا اور اس پر اللہ کا اعلان باری **و مابدلو اتبديلا**۔

ہمیں فرمان نبوی **العبرة بالخواتيم** کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی اپنی قبروں کو

روضة من رياض الجنة بنانے کا فکر وخیال کرنا چاہئے کیونکہ کوچ کا اعلان ہر وقت ہورہا ہے...گلستان حیات سے کب کس کا ورق الٹ دیا جائے معلوم نہیں...خزانۂ الٰہی سے ہمیں جو وقت ملا ہے اس کو غنیمت جانیں...وقت اور سمجھ ایک ساتھ خوش قسمت لوگوں کو ملتے ہیں کیونکہ اکثر وقت پر سمجھ نہیں ہوتی اور سمجھ آنے تک وقت نہیں رہتا...توبہ واستغفار کے لئے وقت کو مؤخر نہ کریں...کیونکہ...وقت آنے پر توبہ کی توفیق بھی چھن سکتی ہے۔

میں سلسلہ اویسیہ کا سالک نہیں ہوں پھر بھی اِس سلسلہ کا دل سے معترف ہوں کیونکہ میں نے اپنے استاذ شیخ الادب حضرت اقدس مولانا اطہر حسینؒ کو اس سلسلہ کی تعریف میں رطب اللسان دیکھا ہے، اب جب میرے استاذ محترم ہی اس سلسلہ کی تعریف کررہے ہیں تو مجھے نہ تو مزید کچھ فضائل جاننے کی ضرورت رہ جاتی ہے نہ ہی کسی شک اور ابہام کی گنجائش۔

آنکھوں میں بس کے دل میں سما کر چلے گئے:

حضرت شیخ الادب مولانا اطہر حسینؒ نے ایک بار سلسلہ کے عظیم بزرگ حضرت مولانا اللہ یار خانؒ (مؤلف: دلائل السلوک) کا تذکرہ کیا اور پھر فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ ''میں مولانا کے پاس جاؤں اور پاس انفاس کروں'' یہ اُس وقت کی بات ہے جب راقم السطور کو لفظ ''انفاس'' سے بھی واقفیت نہ تھی سوچتا تھا کہ انفاس ،نفس کی جمع ہے تو پھر ''پاس انفاس'' کیا چیز ہے؟ شیخ الادبؒ نہایت بارعب شخصیت تھے،اُن سے اُس زمانہ میں سوال کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔(بعد میں خود مولانا نے ہی شفقت ومروت کا وہ معاملہ فرمایا کہ میں نے مظاہر علوم کی

چہاردیواری میں شاید سب سے زیادہ ان ہی سے اکتساب فیض کیا ہے)
پھر دسیوں سال بعد ایک دن دفتر مظاہر علوم میں سنا گیا کہ سلسلۂ نقشبندیہ اویسیہ کے ایک بڑے بزرگ حضرت احسن بیگ مدظلہ پاکستان سے تشریف لارہے ہیں، ہمارے اِس دیار میں چونکہ نہ تو ''اللہ یار خان'' جیسے ناموں کا چلن ہے نا ہی ''بیگ'' وغیرہ کے لاحقہ کا معمول، اس لئے اس لاحقہ پر تھوڑی دیر تک سوچتا رہا کہ یہ کیا چیز ہے؟ بہرحال پھر یہ کہہ کر اپنے آپ کو سکون دینے میں کامیاب ہو گیا کہ شاید کوئی برادری ہوگی۔

پھر حضرت احسن بیگ تشریف لائے تو گویا ''آنکھوں میں بس کے دل میں سما کر چلے گئے'' کیا عجیب بزرگ ہیں، خوبصورت وجیہ، پرکشش، بارعب، ذکر خدا میں زبان ہر وقت مصروف، تسبیح پر انگلیاں ہمہ وقت رینگتی ہوئی، اللہ اللہ سے ان کی زبان ہمہ وقت ہلتی ہوئی، صاف محسوس ہوتا کہ بات کے درمیان بھی ذکر کر رہے ہیں۔

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا:

مسجد اولیاء (دفتر والی مسجد) میں بین العشائین حضرت احسن بیگ مدظلہ کا خطاب ہونا تھا، مجھے تعجب ہو رہا تھا کہ اتنے سارے لوگ کشاں کشاں کیونکر بغیر کسی اعلان و اشتہار کے کہاں سے آتے جا رہے ہیں اور پھر مغرب بعد متصلاً حضرت والا کا بیان ہوا، پوری مسجد انسانی ہجوم سے بھری ہوئی، سامعین پر ایسا سناٹا گویا پہلی بار کوئی نئی اور انہونی بات سن رہے ہیں، مجمع پر ایک کیف اور کیفیت طاری، بہتوں کی آنکھوں سے آنسو جاری، ہر فرد گوش برآواز، تقریر کیا تھی دل کھول کر رکھ دیا، عجائبات کے پردے ہٹا دئے گئے، غرائبات کے نقشے سامنے رکھدئے

گئے، جو بات بھی ارشاد فرمائی دل پر اثر انداز ہوئی، تقریر کے بعد دعا کرائی اور واللہ! کیا عجیب وغریب دعا تھی، دل کھنچتا اور ڈولتا محسوس ہو رہا تھا۔

کشف یا کرامت:

مجھے رہ رہ کر پچھتاوا بھی ہو رہا تھا کہ کاش میں پروگرام سے پہلے حضرت احسن بیگ مدظلہ سے اپنے والد ماجد نظام الدین مرحوم (متوفی ۸رجنوری ۲۰۱۲ عیسوی) کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست کر دیتا تو ممکن ہے اللہ اپنے اس محب ومحبوب کی دعا قبول کر لیتا اور میرے والد ماجد کا بیڑہ پار لگ جاتا، ابھی میں اپنے دل میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ فوراً حضرت والا کی اگلی دعا زبان مبارک سے نکلی: **رب ارحمھما کما ربیانی صغیرا**''، یقین جانیے مجھے رونا آ گیا کہ یا اللہ! یہ کیسے بزرگ ہیں ادھر میں اپنے والد ماجد کے لئے دعا کی درخواست نہ کر پانے کا ملال کر رہا ہوں اور ادھر اللہ تعالیٰ حضرت والا کی زبان سے وہ کلمات جو خالص والدین کے لئے ہی خود اللہ پاک نے اپنے کلام میں ارشاد فرمائے ادا کرا دئے۔

دعا ختم ہوئی تو میرے دل پر اطمینان کی ایک مسرت آمیز خوشی تھی اور اللہ وحدہ لاشریک لہ کی ذات رحمت سے پر امید بھی اللہ نے ضرور میرے والد صاحب پر کرم کا معاملہ کیا ہوگا، میں نے دعا کے بعد اپنے دوست، نوجوان عالم، سلسلۂ اویسیہ کے سالک اور حضرت احسن بیگ مدظلہ کے مسترشد مفتی محمد راشد ندوی مظاہری سے یہ واقعہ بتایا تو وہ بھی خوشی سے نہال ہو گئے۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ بیگ صاحب مدظلہ کے ''بیگ'' میں اور کیا کیا کرامات موجود ہیں، کہنے کو تو وہ اصطلاحی عالم نہیں لیکن مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ وہ

عالم جوسند یافتہ ہومگر کسی مصلح، مرشداوراللہ والے سے مربوط نہ ہوتواس کا بہکنا، بھٹکنا، راہ راست سے ہٹ جانا، راندہ وآوارہ ہوجاناسب کچھ ممکن ہے لیکن جن کواہل اللہ کی صحبت مل جائے، جنہیں ایک مضبوط آستانہ اور حِصنِ حَصِین میں جگہ مل جائے تواُن کے بہکنے کے امکانات نہایت کم ہوجاتے ہیں۔

احسن بیگ صاحب کے تمام مناظر اَحسن ہیں:

اُن کوجن کی صحبت ملی وہ بڑوں کے تربیت یافتہ، عظیم نسبتوں کے حامل، عجیب حالات وکرامات رکھنے والے، زندہ دل، زندہ فکر، زندہ دماغ، علوم نبویہ وروحانیہ سے مالامال، دین کے پیام بر، سلوک کے پیغام بر، اسلاف کی تعلیمات کے خوگر، روحانیات کے نامہ بر، توپھران کی صحبتوں کااثر احسن صاحب میں کیونکرنہ آتا، آیااورجم کرآیا، چھایااورجم کرچھایا:؎

یہ رتبہ بلند ملاجس کو مل گیا
ہرمدعی کے واسطے دارورسن کہاں

مولانامحمد یوسف پٹیل بڑوں کے درمیان توچھوٹے تھے لیکن چھوٹوں کے درمیان بڑے تھے، اُن کاوجوداپنے آپ میں محمود، ان کی گفتگومسعود، اِسی مجمع میں اِدھرسے اُدھر چلتے پھرتے، ملتے ملاتے، ہنستے ہنساتے، بات کرتے، رکتے روکتے نظرآئے، پہلی ملاقات، اجنبیت کااحساس، خودسلسلہ سے یک گونہ ناواقفیت، نئی شکل، نیالہجہ، اس ملاقات میں توصرف مصافحہ تک ہی بات محدود رہی لیکن پھر جب اگلاسفرہوااوراس میں حضرت احسن بیگ تشریف نہیں لائے تومولانا محمد یوسف پٹیل آئے اوراپنے ہمراہ نورانی چہروں والی پوری جماعت لائے۔

شیخ منہاج:

چنانچہ شیخ منہاج بھی آئے جوعصری علوم کے ماہراورروحانی سلسلہ کے غواص ہیں اور بلاشبہ اس آیت کریمہ کامصداق ہیں وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا (الفرقان رکوع ٦) اوراللہ کے بندے وہ ہیں جوزمین پر عاجزی اور انکساری سے چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل مخاطب ہوتے ہیں توٹال دیتے ہیں اور جوراتیں سجدوں اورقیام میں گزارتے ہیں۔

شیخ نجم الحسن صدیقی:

اس جماعت میں شیخ نجم الحسن صدیقی بھی تھے جوسچے تاجر، امانت دار، مخلص، صاحب دولت وثروت ہونے کے باوجوداللہ کے لئے دردرکی خاک چھانتے اورگھرگھرتک سلسلہ کی آوازپہنچانے میں مست ومگن نظرآتے ہیں جوصحیح معنوں میں اللہ نے چاہاتوالتاجر الصدوق مع النبیین والصدیقین والشھدا میں محشورہوں گے۔

شیخ عمرحیات مدظلہ:

میری عقیدتوں کامحورجناب شیخ عمرحیات بھی تھے جن کی عمرحیات کے آخری پڑاؤاورآخری منزل پرہے پھربھی تازہ دم، حوصلہ مند، فکرمند، عزم وعزیمت کا کوہ ہمالہ، خاکساری وفروتنی کانمونہ، میراجی چاہتاکہ میں ان کوٹکٹکی باندھ کردیکھتا رہوں، وہ ہاتھ دیں اورمیں ان ہاتھوں کواپنی آنکھوں سے ملوں وہ بولیں اورمیں قرطاس وقلم کوحرکت دوں مگرکیاعجیب شخص ہیں بہت کم بات کرتے ہیں، جب بات کرتے ہیں توصرف اللہ ورسول کی باتیں بتاتے ہیں، میں نے توکوئی دنیوی

گفتگو ان کی زبانی سنی نہیں اور جب تک ان کو دیکھا اللہ کی یاد آتی رہی گویا وہ اذارؤا ذکر اللہ کا مصداق ہیں کہ جب ان کے چہروں پر نگاہ پڑے تو خدا تعالیٰ یاد آئے، ظاہر ہے خدا کی یاد اس لئے آتی ہے کہ اللہ والے ہر وقت اور ہمہ وقت ذکر اللہ میں مشغول رہتے ہیں، اللہ والوں کی یہ صفت خود باری تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمائی ہے: يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ خدا تعالیٰ کا ذکر اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے کرتے رہتے ہیں اور غور وفکر کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں۔

کسی شاعر نے ایسی ہی جماعت اور جمعیۃ کے لئے کہا تھا۔

خدا یاد آئے جن کو دیکھ کر وہ نور کے پتلے
نبوت کے یہ وارث ہیں یہی ہیں ظل سبحانی

کام پر توجہ دو:

مجھے یاد آیا دیوبند میں ایک صاحب اِن حضرات کو لے کر گئے اور خوشی خوشی اپنی خدمات اور کارگزاری جو اس سلسلہ میں انھوں نے انجام دی اس کا ذکر کیا اور خاص طور پر ایک بینر کی طرف توجہ مبذول کرائی، حضرت اقدس عمر حیات مدظلہ نے خفگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ’’بینر شینر چھوڑ و اور صرف کام پر توجہ دو‘‘ ظاہر ہے کہ ان خدارسید برگزیدہ نفوس کو بینروں سے کیا واسطہ، جاہ وشہرت سے کیا علاقہ، ریا وسمعہ سے کیا مناسبت، دکھاوا سے کیا مطلب یہاں تو ہر چیز میں اخفا ہی اخفا ہے حتی کہ ذکر کے تمام لطائف اور تمام طریقے زبان سے ادا کرنے کی بجائے سانس سے کرائے جاتے ہیں کیونکہ زبان سے ذکر اگر کیا جائے تو قریب

والوں کو پتہ چل جائے گا لیکن اگر صرف دل اور سانس سے ذکر کیا جائے تو کسی کو بھی معلوم نہ ہو سکے گا ہاں جس ذات والاصفات کے لئے یہ ساری محنت کی جارہی ہے اسے ایک ایک حرکت اور سکون کا پتہ ہے۔ نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔

انجمن فرشتوں کی:

ذرا غور کریں یہ فرشتہ صفت نورانی چہرے، جن کی زبانیں ذکر الٰہی میں مصروف، جن کی صبحیں الا اللہ کی ضربوں سے شروع، جن کی شامیں اللہ اللہ سے ہری، جن کی ساعتیں آہ سحر گاہی سے تازہ، جن کی نظریں منبر ومحراب سے تابندہ، جن کے قلوب پاس انفاس سے زندہ، جن کے بال پراگندہ، جن کا حال مجنونانہ، جن کا قال عاشقانہ تو پھر اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا (الدھر) کا مصداق یہ نہ ہوں گے تو کون ہوگا؟

بلا شبہ اولیاء اللہ قیامت کے دن ایسے پیالوں سے پئیں گے جن میں کافور ملا ہوا ہوگا کافور کا بہشت میں ایک چشمہ ہے جس سے بہشتی پئیں گے اور خوب نہائیں گے۔

وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا قَوَارِيْرَا مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا (پ ۲۹)

اور ان پر بہشتی درختوں کے سائے جھکے ہوں گے اور ان پر جو برتن پھیرے جائیں گے وہ چاندی کے ہوں گے جن کو خدام جنت نے ٹھیک اندازے کے مطابق بنالیا ہوگا ۔فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا وَجَزٰهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا مُّتَّكِئِيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا (پ ۲۹)

پس اولیاء اللہ نے قیامت کے دن جہنم کے شر سے بچالیا اور ان کو تروتازگی

اورخوشی دیدی ان کوان کے صبر کی جزا میں جنت ملی ہے اور ریشم والی پوشاک وہاں تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھیں گے نہ اس میں سورج دیکھیں گے اور نہ سردی ۔ گویا **أعدت لِعِبَاديَ الصَّالحين فِيهَا مَا لا عَيْنٌ رَأَتْ وَلا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ** ۔ جنت میں جنتیوں کے لئے جونعمتیں تیار کی گئی ہیں ان کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ ہی کسی کے دل میں ان نعمتوں کا خیال گزرا ہوگا حتی کہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا**من یدخل الجنۃ ینعم لا یبأس لا تبلی ثیابہ و لا یفنی شبابہ**۔

نہ تو کوئی رنج وغم ، نہ فکروہم ، نہ ملال ، نہ ختم ہونے والی نعمتیں ، لمبے لمبے سائے ، خوشبودار خوش ذائقہ پھل اور فروٹ ،میوہ جات ، نہ ان کے کپڑے میلے ہوں گے نہ ہی ان کی جوانی ڈھلے گی۔

بہر حال: ذاکرین وشاغلین کی پوری جماعت آئی ،نورانی چہرے ، پیشانیوں پرنشان سجدہ ،آواز میں پستی ، انداز میں خلو،طبیعت میں انکساری ،لہجہ میں سادگی ، گویا نورونکہت میں ڈوبی ایک ایسی نورانی جماعت تھی جن کو دیکھ کرخدا یاد آجائے ۔

کچھ اشکالات اور جوابات

اس سفر میں مولانا سے تعارف ہوا اور خوب ہوا ،سینہ سے لگالیا ، دیرتک ہاتھ تھامے رہے ، کچھ علمی اور کچھ غیرعلمی بات کرتے رہے ، ذکر کی مجلس میں شرکت اورساتھ میں کھانا کھانے کی دعوت دی اور پھرحجابات ختم ہوئے ،تکلفات کابستر سمیٹ کررکھ دیا ، بالکل دوستوں کی طرح ملے ، بہت سے سوالات کئے ،سنجیدگی کے ساتھ جوابات دئے چنانچہ میں نے پوچھ لیا کہ مولانا تصرف کے بارے

میں آپ کی کیا رائے ہے؟ سوال سننا تھا کہ مولانا ٹیپ ریکارڈر کے مانند شروع ہوگئے چونکہ مولانا احمد یوشع سعیدی مظاہری نے تعارف میں میرے بارے میں مبالغہ آرائی کردی تھی اور کہہ دیا تھا کہ انھیں مظاہرعلوم کی تاریخ معلوم ہے تو مولانا نے یہیں کے ایک بزرگ حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ کا واقعہ سنایا۔

حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ تصرف:

میرٹھ کے ایک عالم پر یہ کیفیت طاری ہوئی کہ خودکشی کو جی چاہتا ہے، چاقو اٹھاتے ،کنواں میں جھانکتے کہ بس کسی طرح مرجاؤں ، ذکر سے بھی طبیعت اچاٹ ہوگئی ، انہوں نے حضرت مولانا خلیل احمدؒ سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا ،حضرت نے جواب دیا کہ آپ نے مجھے اس کام کا اہل کیوں کر سمجھا؟ بہت پریشان ہوئے تو میرٹھ سے دیوبند آئے ، دیوبند سے سہارنپور اور سہارنپور سے تھانہ بھون جانے کا ارادہ کیا ،مولانا تھانوی کے پاس ،مگر تھانہ بھون جانے والی گاڑی نہیں ملی ، چھوٹ گئی ،اس لئے مجبوراً مدرسہ مظاہرعلوم آئے ،حضرت سہارنپوری نے سینہ سے لگایا اپنے پاس بٹھایا بات چیت کی پھر فرمایا تعجب ہے تم نے ایسا کیوں لکھا بھلا میں اس کا اہل کہاں ، انہوں نے ذرا ہمت سے کام لیا اور کہا کہ حضرت اگر کوئی کہے کہ آپ اس کے اہل نہیں تو اعتراض تو حضرت گنگوہی پر ہوگا کہ انہوں نے نااہل کو خلیفہ بنایا ، آپ کو جس در سے سب کچھ ملا ہے میں نے بھی وہیں پرورش پائی ہے میں مستحق رحم ہوں میرے حال پر رحم کیجئے تو فرمایا اچھا ،اس کے بعد ذکر بتلایا ، تیرہ تسبیح میں تھوڑے سے تغیر کے ساتھ اور فرمایا کہ اخیر شب میں تہجد کے وقت یہ ذکر اتنے زور سے کرنا کہ مجھ تک اس کی آواز پہنچے،

مدرسہ کے قریب مولانا کا مکان تھا، انہوں نے کہا چھوڑ دیجئے مجھ سے نہیں ہوگا یہ ذکر، مولانا سہارنپوری نے فرمایا گھبراؤ نہیں۔

رات کے اخیر حصہ میں انہوں نے ذکر کیا پھر صبح نماز کے بعد حجرہ میں چلے گئے اور ان سے کہہ دیا کہ یہاں دروازہ کے قریب بیٹھ جاؤ آنکھیں بند کر کے؛ چنانچہ وہ بیٹھ گئے وہ کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا اندر بیٹھے ہوئے کیا کر رہے تھے، جس سے مجھے اپنا قلب زخمی محسوس ہو رہا تھا اور اس میں پیپ بھری ہوئی ہے اور حضرت دبا دبا کر وہ پیپ نکال رہے ہیں میں کبھی کبھی چونک پڑتا دیکھتا کہ حضرت تو یہاں نہیں ہیں وہ تو اندر ہیں، اشراق کی نماز پڑھ کر حجرہ سے باہر نکلے اور مسکرا کر فرمایا کیا حال ہے؟ انہوں نے عرض کیا الحمد للہ ٹھیک ہے۔

اشراق کے بعد میں نے حضرت سے عرض کیا کہ میں تھانہ بھون جانا چاہتا ہوں، فرمایا: کہ ضرور ہو آؤ لیکن واپسی میں ایک روز یہاں کے لئے اور رکھنا کیونکہ ابھی کورس مکمل نہیں ہوا ہے، خامی رہ گئی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا خامی رہ گئی ہے خیر میں تھانہ بھون گیا اور اگلے روز واپس آگیا اور بجائے ایک دن کے دو دن حضرت کے پاس سہارنپور ٹھہرا، اب محسوس ہوتا تھا کہ قلب میں کوئی چیز بھری جارہی ہے جس سے طاقت پیدا ہو رہی ہے گویا پہلی حاضری میں قلب کو صاف کیا گندگیوں سے اور دوسری حاضری میں قوت بھری روشنی بھری اس کے بعد فرمایا اب اطمینان ہے جاؤ۔

اس قسم کے بہت سے سوالات وقتاً فوقتاً کرتا اور مولانا سادگی کے ساتھ جواب دیتے، پیام کے ان صفحات کی تنگی کے باوجود لگے ہاتھوں ایک سوال اور اس کا جواب اور لکھتا چلوں:

لطائف کی حقیقت :

سوال: لطائف کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: انسان کے جسم میں ایک جگہ ہے جس کو ''محلِ نور''، یعنی لطیفہ کہتے ہیں، اسی کو نفس ناطقہ بھی کہتے ہیں یہ ایک جوہر ہے جو مادہ سے خالی ہوتا ہے اس کا نام قرآن میں بھی ہے (إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ۔

ایک موقع پر مولانا کے ساتھ شہر میں حاجی انور صاحب کے مکان پر دعوت کے لئے جارہا تھا گاڑی میں مجھے مولانا کی رفاقت نصیب ہوگئی تو میں نے پوچھا کہ لطائف کی کتنی اقسام ہیں فرمایا:

اہل تصوف کے یہاں لطائف کی الگ الگ تعداد رہی ہے ہمارے حضرت (حضرت اقدس اللہ یارخانؒ) نے اپنی کتاب میں تمام اقوال تفصیل کے ساتھ ذکر کئے ہیں اور اخیر میں فرمایا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ لطائف کی کل تعداد پانچ ہے اور ہر لطیفہ کا اثر، رنگ اور مقام الگ الگ ہے چنانچہ قلب کا فعل ذکر ہے، روح کا حضور، سری کا مکاشفہ، خفی کا شہود، فنا کا معائینہ پھر حضرت نے مزید لکھا ہے کہ یہ تعداد بھی محض اوصاف کی وجہ سے ہے ورنہ اصل اور حقیقی لطیفہ تو قلب ہے۔

انتقال سے چند ماہ قبل بھی بغرض انعقادِ مجالس سہارنپور تشریف لائے یہاں عموماً ان کے میزبان مولانا احمد یوشع سعیدی ہی ہوتے لیکن چونکہ مولانا احمد یوشع سعیدی کو یہاں کا ذمہ دار بنایا گیا ہے اس لئے عام طور پر مجالس کی ترتیب، قیام کا نظم اور دیگر انتظامات مولانا اپنے رفقائے ذکر سے بعد مشورہ طے کرتے، بہرحال مولانا تشریف لائے اور مولانا احمد یوشع کے سامنے والا مکان مستعار لیکر مجالس ذکر

منعقد کی گئیں اور مولانا پورے شرح وانبساط کے ساتھ روزانہ بعد نماز مغرب تاعشا بیان اور اجتماعی ذکر فرماتے۔ کاش کہ مولانا کے بیانات کتابی شکل میں شائع ہوجائیں تو ایک طرف تو سلسلہ کی بہترین ترجمانی کا بہترین مجموعہ لوگوں کے ہاتھ لگے گا دوسری طرف حضرت مولانا کا وہ فیض جو اُن کی حیات میں جاری ہوا تھا وہ مرنے کے بعد بھی جاری رہے گا۔

علماء کی موت تو بہرحال علم اور دین کا نقصان ہے مگر مولانا محمد یوسف پٹیل کا جانا بوجوہ نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ مثلاً

(۱) حضرت مولانا محمد یوسف پٹیلؒ اصلاً گجراتی تھے اور پوری دنیا بالخصوص یورپی اور افریقی ملکوں میں گجرات اور اہل گجرات کی گہری چھاپ ہے، یعنی مولانا دین کے ساتھ بقدر ضرورت دنیا بھی رکھتے تھے گویا آپ ''**ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة**'' کا عملی مصداق تھے اور ان شاء اللہ اس آیت کے اگلے جزء ''**وقنا عذاب النار**'' کا بھی مصداق ہوں گے۔

(۲) حضرت مولانا محمد یوسف پٹیلؒ اس سلسلہ کے ترجمان اور لسان تھے جس سلسلہ کو اب بڑی تیزی کے ساتھ لوگ جاننے لگے تھے، لوگوں کا رجوع اب صحیح معنوں میں شروع ہوا تھا۔

(۳) مولانا محمد یوسف پٹیلؒ چونکہ عالم دین تھے اور ایک عالم کسی بھی علمی میدان میں اشکالات کے جو مسکت جوابات دے سکتا ہے وہ غیر عالم نہیں دے سکتا۔

(۴) برصغیر ایشیاء وغیرہ تو علم اور علمائے دین کے مراکز ہیں یہاں چپہ چپہ پر علماء دین، مدارس دینیہ اور مراکز روحانیہ موجود ہیں لیکن یورپی ملکوں میں ایسا نہیں ہے اس لئے جہاں روشنی کی کمی ہو، ایک ہی چراغ ہو اور وہی بجھ جائے یہ اس سے

کہیں زیادہ بڑا نقصان ہے جہاں چراغ ہی چراغ ہوں وہاں ایک آدھ چراغوں کے بجھنے سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا گویا مولانا اس شعر کا مصداق تھے۔

چراغ لاکھ ہیں لیکن کسی کے اٹھتے ہی
برائے نام بھی محفل میں روشنی نہ رہی

مولانا محمد یوسف پٹیلؒ اردو، گجراتی کے ساتھ عربی کے ساتھ انگریزی بھی بہترین جانتے تھے اس لئے وہ انگریزوں کے درمیان جس خوش اسلوبی کے ساتھ دین کا پیغام اور اسلام کی خوبیاں بیان کرسکتے تھے غیر انگریزی والا نہیں۔

بہرحال مولانا ہمیشہ ہمیش کے لئے ہمارے درمیان سے رخصت ہوگئے اور اپنی بے مثال قربانیاں، بے لوث محبتیں، اہل اللہ سے سچا عشق، سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کا بہترین تعارف اور انسانی بنیادوں پر پیام اخوت ومحبت نیز لائق فائق اولاد چھوڑ گئے ہیں۔ **اذا مات ابن آدم انقطع عمله الا من ثلاث: صدقة جارية او علم ينتفع به، او ولد صالح يدعو اله۔**

چنانچہ حضرت مولانا محمد یوسف پٹیل علیہ الرحمہ ان تینوں باتوں کا بہترین مصداق ہیں مثلاً

(۱) صدقة جارية:

علماء نے صدقہ جاریہ کے ذیل میں کئی چیزیں لکھی ہیں جیسے: **وقف مسجد يصلى فيه** (کوئی ایسی مسجد جس میں نماز پڑھی جائے) **او عمارة توجر ويتصدق باجرتها** (یا کوئی ایسی عمارت جو باعث اجر وثواب ہو مثلاً مسافر خانے یتیم خانے وغیرہ) **او ارض زراعية يتصدق بما يحصل منها** (یا لائق کاشت اراضی جس کی آمدنی خیر کے کاموں میں صرف ہو) **او ما اشبه ذلك**

(وغیرہ)فھذۃ صدقۃ جاریۃ یجری علیہ اجرھا بعد وفاتہ (تو یہ وہ صدقۂ جاریہ ہے جس کا ثواب مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے)

مولانا محمد یوسف پٹیلؒ نے اگرچہ کوئی عمارت یا مسافر خانہ نہیں بنوایا لیکن کنیڈا میں آپ جس مسجد میں نماز پڑھا رہے تھے وہ مسجد اور اس کے علاوہ مختلف مساجد آپ کے توسط سے تعمیر ہوئیں اور الحمدللہ وہاں پنجوقتہ نمازیں پڑھی جا رہی ہیں۔اسی طرح سلسلہ کے فروغ اور لوگوں کی آسانی کے لئے مختلف جگہوں پر مراکز سینٹر کا قیام اور اس میں عملاً آپ کی حصہ داری۔

(٢)او علم ینتفع بہ:

اما کتب الفھا، وانتفع بھاالناس (کوئی ایسی کتاب تالیف کی ہو جس سے لوگ فائدہ اٹھا سکیں)**او اشتراھا وقفھا وانتفع بھاالناس من کتب الاسلامیۃ النافعۃ** (یا کوئی ایسی مفید کتاب خرید کر عام مسلمانوں کے لئے وقف کی ہو)**او نشرہ بین الناس وانتفع بہ المسلمون وتعلموا منہ** (یا لوگوں کے درمیان اس کی اشاعت کی ہو اور لوگوں نے ان سے فائدہ اٹھایا ہوا)**فھذا علم ینفعہ** (تو یہ ایک ایسا علم ہے جس سے نفع ہوا ہے)

اس باب میں بھی مولانا ماشاء اللہ موفق من اللہ تھے انہوں نے بہت سے علمی کام کئے،اپنے پیر و مرشد حضرت احسن بیگ کی تعلیمات کو عام کیا،تقاریر کے ذریعہ گھر گھر اور در در دین کی دعوت پہنچائی،سلسلہ کے کتابچوں اور پمفلٹوں کی اصلاح اور مناسب مشورے دئے۔

(٣)الولد الصالح:

الذی یدعو الہ تنفعہ دعوۃ ولدہ الصالح (یا ایسی نیک اولاد جو اس کے

لئے دعاء خیر کرے)

مولانا نے ماشاء اللہ ہونہار،دیندار،علم دین سے مرصع اور دین و ایمان سے مزین نیک وصالح مذکر اور مونث اولاد بھی چھوڑی جن ان شاء اللہ ہمیشہ اپنے والد ماجد کے لئے ایصال ثواب اور دعاء خیر کرتی رہے گی۔

وہ جوبات بھی کہتے تھے نپی تلی کہتے تھے،بسا اوقات مزاح اور مذاق کے موڈ میں لطیف پیرائے اور حکمت کے اسلوب میں ایسی ایسی باتیں کہہ جاتے کہ جی چاہتا کہ ایک بار اور کہہ دیں۔

ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضرت یہ قبر کے بیان میں دو فرشتوں کا نام آتا ہے ایک کا نام منکر اور دوسرے کا نام نکیر،آپ یہ بتائیں کہ دونوں فرشتے بیک وقت پوری دنیا میں مرنے والوں سے کیونکر سوال وجواب کر سکتے ہیں؟ مولانا نے برجستہ فرمایا کہ یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ اس نام کے صرف دو فرشتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ جیسے ملک میں کوئی جرم کرتا ہے اور پولیس والے آتے ہیں پکڑ کر لے جاتے ہیں تو لوگ کہتے ہیں کہ پولیس لے گئی حالانکہ پولیس کسی کا خاص طور پر نام نہیں عام نام ہے جس میں پورا شعبہ شامل ہے۔اسی طرح منکر نکیر کا حال ہے،جہاں جہاں قبر میں سوال و جواب کی بات آئے تو سمجھ لوگ کہ اسی شعبہ کے تحت سوالات ہوئے ہیں۔

اسی طرح کراماً کاتبین کے بارے میں بھی معاملہ ہے،دونوں کی الگ الگ ذمہ داری ہے،چنانچہ دن کے فرشتوں کی ڈیوٹی شام کو سورج غروب ہونے کے وقت بدل جاتی ہے،رات والے آجاتے ہیں دن والے چلے جاتے ہیں،بہر حال وہ نہ تو زاہد خشک تھے نہ تنگ مزاج مولوی،وہ لاضرر ولاضرار پر کاربند،لایخدع

ولایخدع پر عمل پیرا، سیرت نبوی پر کمر بستہ اور اسوۂ رسول کے گرفتہ، تخلقوا باخلاق اللہ کے اصول کو اپنائے ہوئے، اپنے علوم ومعارف اور روحانیت کو اپنی بذلہ سنجی، خوش طبعی، خوش دلی، خوش خلقی، خندہ روئی میں چھپائے رہتے تھے۔

خوب یاد ہے ایک دن مہمانخانہ مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سے اس حال میں نکلے کہ ایک ہاتھ میں کوئی کتاب تھی اور دوسرے ہاتھ میں لاؤڈ اسپیکر، راستہ میں میری ملاقات ہوگئی، آگے بڑھ سامان لینا چاہا تو کہنے لگے کہ ”نہیں جی آپ مفتی جی ہیں اور میں مولوی جی“ میں نے پھر پوچھا کہ یہ سامان کہاں لے جارہے ہیں؟ فرمایا ”مولانا یوشع جی کے مکان پر آج ابھی خواتین کے درمیان تقریر ہے ان کی نشست گاہ میں بیٹھ کر تقریر کرنی ہے میں نے عرض کیا کہ وہاں تو میں بھی چل سکتا ہوں فرمایا بالکل، چنانچہ وہاں پہنچ کر مولانا نے تقریر شروع فرمادی، اندر پردہ کی اوٹ میں خواتین تقریر سماعت کرتی رہیں۔

تقریر کے بعد وہیں بیٹھے رہے پانی پینے کے درمیان مولانا نے عجیب نکتہ کی بات بتائی کہ متحد رہنے کا طریقہ ہر چیز سے سیکھا جاسکتا ہے مثلاً پانی الگ الگ قطرہ قطرہ برستا ہے مگر زمین پر پہنچتے ہی ایک ہونے لگتا ہے اور نتیجہ نالوں، دریاؤں اور سمندروں کی شکل میں ہمارے سامنے ہے پھر فرمایا کہ بلندی اور عظمت کا درس اور سبق لینا چاہو تو پہاڑوں کی بلند وبالا چوٹیوں سے لو اور خود تکلیف میں رہ کر دوسروں کو فائدہ پہنچانے کا مزاج دیکھنا چاہو تو سرسبز درختوں سے سیکھو کہ کس طرح دھوپ میں مل جل کر دوسروں کو سایہ دیتے ہیں۔

کنیڈا کی شہریت:

عجیب خوبیوں کے مالک تھے، اسرار وحکم کی وافر معلومات رکھتے تھے، ہندوستان کے صوبہ گجرات میں پیدا ہوئے، وہیں کے بعض مدارس میں تعلیم کی تکمیل

ہوئی، کچھ دن ہندوستان میں ہی رہے پھر نقل مکانی اختیار کرکے امریکہ، افریقہ وغیرہ کئی ملکوں میں دینی تعلیم کا موقع ملا، اخیر میں کناڈا میں شہریت اختیار کرلی اور وہیں مکی مسجد میں تقریباً بیس سال تک امام وخطیب رہے۔

کچھ کنیڈا کے بارے میں

کنیڈا کی تاریخ ہزاروں سال پرانی ہونے کے باوجود وہاں اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ زیادہ پرانی نہیں ہے اور ایسا لگتا ہے کہ اس خطے میں بہت تاخیر سے اسلام پہنچا ہے، 1871 کی مردم شماری میں وہاں صرف 13 یورپی النسل مسلمان پائے گئے تھے، 1901 اعداد وشمار کے مطابق 300 سے 400 مسلمان کنیڈا میں آباد تھے جو عرب اور تارکین تھے، مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کو دیکھ کر کنیڈا کی نئی حکومت نے تارکین کی آمد پر پابندی لگادی جس سے سال 1911 سے 1915 تک کنیڈا میں مسلمانوں کی تعداد کم ہوگئی، 1951 میں مسلمانوں کی تعداد 1800 تھی جبکہ 1971 میں یہ 5800 تک پہنچ گئی اس کے بعد 1981 کے اندازے کے مطابق ملک 98000 مسلمان ہو چکے تھے۔ 1991 میں ملک میں 253265 تک پہنچ گئی۔ 2001 میں کینیڈا 579000 مسلمان تھے، 2006 کے تخمینہ آبادی میں یہ تعداد آٹھ لاکھ تک پہنچ گئی اور 2011 کی مردم شماری کے مطابق مسلمانوں کی تعداد دس لاکھ سے زائد ہوچکی ہے، ان دنوں مسلمانوں وہاں کی سب سے بڑی اقلیت ہیں، انٹاریو اور کیوبک جیسے صوبوں میں مسلمانوں کی تعداد سب سے زیادہ پائی جاتی ہے۔ 1934 میں سب سے پہلے وہاں ایک مسلم تنظیم قائم ہوئی تھی، 1938 میں کناڈا میں پہلی مسجد تعمیر ہوئی اور 1983 میں سرزمین بہار سے تعلق رکھنے والے مولانا

محمد مظہر عالم نے وہاں الراشد اسلامک انسٹی ٹیوٹ کے نام سے پہلا مدرسہ قائم کیا جس کا اسلامی تعلیمات کو عام کرنے اور صحیح افکار کو فروغ دینے میں نمایاں کردار رہا ہے۔

کنیڈا کے لوگ رحم دل، منصف مزاج، حقیقت پسند واقع ہوئے ہیں، انھیں تعصب سے نفرت ہے، حقائق کو تسلیم کرتے ہیں چنانچہ آج دس لاکھ سے زائد مسلمانوں کا وہاں پر ہونا اس بات کی علامت ہے کہ مسلمانوں نے شعور، بیدار مغزی اور اسوۂ نبوی کو اختیار کرکے اپنی جگہ بنائی ہے۔ مولانا محمد یوسف پٹیل فرمایا کرتے تھے کہ ہم لوگ اتوار کے دن جب چرچ میں جگہ کم پڑ جاتی ہے تو اپنی مساجد کھول دیتے ہیں اسی طرح جمعہ کے دن جب مساجد تنگ محسوس ہوتی ہیں تو عیسائی اپنے چرچ کھول دیتے ہیں۔

کنیڈا میں اسلام اور مسلمان:

میں نے ایک دن پوچھ لیا کہ حضرت آپ ایک عیسائی ملک میں رہتے ہیں وہاں تو اسلام اور مسلمان نہایت کسمپرسی کی حالت میں زندگی گزار رہے ہوں گے؟ فرمایا ایسا نہیں ہے بلکہ وہاں کے مسلمان آپ کے ہندوستان سے زیادہ محفوظ اور مامون ہیں، عیسائی حکومت ضرور ہے لیکن احترام مذاہب ان کے یہاں بھی بہت پایا جاتا ہے پھر ہم لوگ ان کے رسم ورواج میں کبھی حائل نہیں ہوتے اور مائل بھی نہیں ہوتے۔ عیسائیوں کے لئے اتوار کا دن بالکل ایسا ہی ہے جیسے اپنے مذہب میں جمعہ کا دن، اس لئے اتوار کو ان کے چرچ میں بھیڑ بہت ہوجاتی ہے، ایسے مواقع پر ہم لوگ اپنی مساجد کے گیرج اور صحن کا حصہ ان کے لئے کھول دیتے ہیں تا کہ انھیں دقت نہ ہو لیکن جب جمعہ کا دن آتا ہے تو وہ بھی اپنے چرچ کھول دیتے ہیں کیونکہ جمعہ کے دن

عموماً نمازیوں کی تعداد میں معتد بہ اضافہ ہوجاتا ہے۔

مولانا نے یہ بھی بتایا کہ کناڈا میں ہر دس منٹ کے فاصلے پر ایک مصلیٰ (یعنی نماز پڑھنے کے لئے مخصوص جگہ) واقع ہے، ہر مسجد یا چرچ کے لئے ضروری ہے کہ گاڑیوں کے کھڑی کرنے کے لئے گیرج کا نظم ہو، بلکہ جب تک گیرج کا نظم نہ ہو تو عبادت خانہ بنانے کی منظوری نہیں ملتی۔

تالیف قلب:

اسلام میں تالیف قلب کی تعلیم دی گئی ہے تالیف قلب کہتے ہیں غیروں کو اسلام کی طرف راغب کرنے کے لئے ان کا تعاون کرنے کو۔ مولانا نے بتایا کہ ہم لوگ رفاہی کام بھی خوب کرتے ہیں بلکہ اگر ان کے گیرج وغیرہ میں تعمیری کام کی ضرورت ہوتی ہے تو ہم لوگ اپنے روپوں سے ان کا یہ کام کرادیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ بھی انسانی بنیادوں پر ہمارا ساتھ دیتے ہیں، آسانیاں فراہم کرانے کی کوشش کرتے ہیں، دین کے معاملہ میں حارج چیزوں کو سنجیدگی کے ساتھ ہٹانے میں اپنا مخلصانہ تعاون پیش کرتے ہیں اور اس طرح دونوں مذاہب کے لوگ ایک دوسرے سے متعارف ہوتے ہیں پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسلام کی صاف وشفاف تعلیمات سے انھیں واقف کرایا جاتا ہے تو بغور سنتے ہیں کیونکہ ان کے سامنے مغربی میڈیا جو اسلام پیش کرتا ہے وہ نہایت منفی ہوتا ہے جب کہ اسلام کی تمام تر تعلیمات نہایت مثبت ہیں۔

اگر ہم دعوت اسلام کے پیش نظر اُن طریقوں کو اختیار کرلیں جن طریقوں کو ہمارے نبی نے اختیار کیا ہے اور غیر مسلموں کے ساتھ وہ معاملہ کرنے لگیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا ہے تو حیرت انگیز تبدلیاں محسوس ہوں گی،فتنوں کا گراف کم ہوگا،غلط فہمیاں دور ہوں گی،اعتماد کی فضا ہموار اور بدظنی کی دیوار مسمار ہوگی،شیطان کو منہ کی کھانی ہوگی اور اسلام کا ”سیل رواں“ ”حسن اخلاق“ کے سیلاب بلاخیز میں خس وخاشاک کے مانند کفر وشرک کو بہالے جائے گا بس شرط ہے ان اعمال اور افعال کو عملاً اختیار کرنے کی۔

آج مسلمانوں میں تعلیم کی کمی ہے نہ تمدن کی،علمائے کرام کی قلت ہے نہ وسائل معاش اور ذرائع تجارت کی،اگر کمی ہے تو وہ ہے اخلاص اور اخلاق کی،کردار کی بلندی کی،اسوۂ نبوی کی،خودی کی،خودداری کی،انسانی بنیادوں پر اسلام کے رفاہی کاموں کی،ہم **خیر الناس من ینفع الناس** صرف پڑھتے ہیں عمل کوئی اور کر رہا ہے،ہم **خیر کم خیر کم لاھلہ** کی صرف منبر ومحراب سے پکار لگاتے ہیں جب کہ ہمارا پورا معاشرہ اندرونی خلفشار اور کشمکش سے دو چار ہے،ہم اپنے بھائی کے ہو نہیں پاتے دوسرے بھائیوں کو کیونکر گلے لگا پائیں گے؟

ہم زمین پر مریخ بنانے کی سوچ سکتے ہیں مگر اپنے بھوک سے تڑپتے بچوں،درد سے کراہتے غریب مریضوں،ظلم کی چکی میں پستی امت،فسق اور شرک کی دلدل میں دھنستی مسلم قوم،کردار اور وقار کھوتے مسلمان،بزدلی اور مصلحت پسندی کا لبادہ پہنے ”مؤمن“ خدا جانے خواب غفلت سے بیدار کب ہوں گے؟

ہم ہندوستانی مسلمانوں کو عقل وبصیرت اور تالیف قلب کی خاطر غیروں پر بھی کچھ خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔تا کہ اسلام کا رفاہی پہلو غیروں کے سامنے آسکے،غلط فہمیاں دور ہوسکیں۔

اللہ مولانا کی مغفرت فرمائے،وارثین،متعلقین اور ذاکرین کی مغفرت فرمائے۔

حضرت شیخ مولانا یوسف پٹیلؒ کا انتقال

یوسف بدات صاحب (ٹورنٹو)

یوسف بدات صاحب (ٹورنٹو) حضرت اقدس احسن بیگ مدظلہ کے عقیدت مندوں میں سے ہیں،انہوں نے حضرت مولانا انور صاحب ابن حضرت مولانا محمد یوسف پٹیل کے مشورہ سے یہ مضمون سپردقلم فرمایا،حضرت اقدس احسن بیگ مدظلہ کی حسب منشا محترم محمد ناظم سرور نے اردو میں ترجمہ کیا اور سید زاہد علی زاہد نے تصحیح ونظر ثانی فرما کر لائق اشاعت بنایا۔(ادارہ)

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ہم اللہ کے لئے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔(القران ۲:۱۵۶)

۱۸ اگست ۲۰۱۷ء بروز منگل،بمطابق ۱۵ ذیقعدہ ۱۴۳۸ھ کی شب (بوقت عشاء) حضرت شیخ مولانا یوسف پٹیلؒ کی اچانک رحلت کی اطلاع بذریعہ ٹیلی فون و تحریری پیغامات موصول ہوئی۔یہ یقینا بہت صدمے اور دُکھ کی خبر تھی جس پر یقین کرنا مشکل تھا۔لیکن بہت جلد اس خبر کی تصدیق ہوگئی کہ ٹورنٹو کی ایک عظیم ہستی اور آسمانِ علم کے تابندہ و درخشندہ ستارہ،حضرت شیخ مولانا یوسف پٹیلؒ اس جہانِ فانی سے کوچ فرما گئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

(حضرت مولاناؒ کو بعد از مغرب خلافِ معمول اچانک کھانسی کی شکایت ہوئی تو ان کے دونوں صاحبزادے مولانا انور یوسف اور مفتی عبدالحئ اپنے والد کے پاس تھے۔ مولانا بستر پر لیٹ گئے۔ پھر دوبارہ کھانسی ہوئی جو پہلے سے شدید تھی۔ بعد ازاں سانس اکھڑنے لگا تو دونوں بیٹوں نے مصنوعی طور پر تنفّس بحال کرنے کی کوشش کی۔ بمشکل ایک ڈیڑھ منٹ کے دوران پسینہ آیا اور ان کے والدِ محترم اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ہ دریں اثناء ایمرجنسی ایمبولنس بلوالی گئی تھی جو بعد از وفات پہنچی۔ انہوں نے بھی مصنوعی طور پر تنفّس بحال کرنے کی کوشش کی مگر ناکامی ہوئی۔ انہوں نے رسمی کاروائی کے بعد وفات کی تصدیق کر دی۔ وفات کی خبر سب سے پہلے بھائی اشرف معرفتیہ کو دی گئی جن کا حضرت مولاناؒ سے انتہائی قریبی تعلق تھا۔ بھائی اشرف معرفتیہ صاحب نے فی الفور حضرت اقدس دامت برکاتہم کو مطلع کیا۔ حضرت جی کی ہدایات پر ہی اگلے روز بعد از ظہر جنازہ کا وقت مقرر کیا گیا اور مولانا انور یوسف صاحب کو نماز جنازہ پڑھانے کی تاکید کی گئی)

حضرت مولانا یوسف پٹیلؒ بسترِ مرگ پر کسی ظاہری بدنی بیماری میں مبتلا ہوئے بغیر ۶۹ سال کی عمر میں سلامتی کے ساتھ اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔ زندگی کی آخری ساعتیں بھی انہوں نے اپنے گھر میں اپنے خاندان کے ساتھ گھل مل کر ہنسی خوشی گزاریں۔ حسنِ اتفاق سے منگل کے دن ہی حضرت مولاناؒ نے اکثر اعزّہ واقارب اور بھائی اشرف معرفتیہ صاحب سمیت خصوصی احباب سے بھی ملاقات فرمائی۔ غسلِ میّت، کفن، جنازہ اور تدفین کا انتظام حسن وخوبی سے انجام پا گیا۔

حضرت شیخ مولانا یوسف پٹیلؒ اپنی زندگی میں مسجد ابوبکر صدیق (جو مشرقی ٹورنٹو میں واقع ہے) میں پنجگانہ نماز ادا فرماتے تھے، وہاں ہی اگلے روز بعد از نماز ظہر ہزاروں لوگوں نے حضرت مولاناؒ کے صاحبزادے شیخ انور یوسف پٹیل کی اقتدا میں نماز جنازہ ادا کی۔ جب ان کی تدفین کی گئی تو ان کے ارادت مندوں کی کثرت سے سڑکوں اور قبرستان میں بہت رش ہو گیا جس کے شاہد سب لوگ ہیں۔ تدفین کے بعد ہلکا سا ابرِ رحمت بھی برسا جسے تمام لوگوں نے دیکھا۔ حضرت مولاناؒ کی تدفین کے بعد فضا میں افسُردگی چھا گئی۔ قبرستان سے واپسی پر ہر شخص ان کے لیے دُعا گو تھا اور ان کی یادوں میں گم تھا۔ اللہ عزّ وجَلّ ان پر اپنی رحمت سایہ فگن رکھے۔ آمین۔

حضرت مولاناؒ نے اپنے پس ماندگان میں صالح تربیت یافتہ اولاد (چار بیٹے اور ایک بیٹی) اور صدہا شاگردان رشید و متعلقین چھوڑے ہیں۔

حضرت شیخ مولانا یوسف پٹیلؒ کی حیاتِ مبارکہ :

خاندانِ اولیاؒ :

حضرت مولانا یوسف پٹیلؒ صوبہ گجرات (بھارت) کے مشہور شہر سورت کے نزدیکی گاؤں بالیشور میں پیدا ہوئے۔ ان کے والدِ محترم ایک بہت ہی زیرک آدمی تھے جو قاری عبدالحئ پٹیلؒ کے نام سے جانے جاتے تھے۔ ان کے بڑے بھائی حافظ محمدؒ بھی انتہائی صالح شخص تھے۔ دونوں بھائی اکثر دیوبند اور سہارن پور بھی جاتے جو علم ومعرفت کا گڑھ تھے اور ہیں۔ حافظ محمدؒ نے دیوبند میں ابتدائی سالوں کی تعلیم بھی حاصل کی۔ تقسیمِ ہند کے فسادات کی وجہ سے مزید تعلیم جاری نہ رکھ

سکے۔حضرت مولاناؒ کی دادی جان حضرت شیخ سیّد حسین احمد مدنی سے بیعت تھیں اور ان سے خط و کتابت کے ذریعہ منسلک بھی تھیں۔حضرت مولاناؒ کی والدۂ محترمہ بھی پاک باز، نیک طینت، متقی، پرہیزگار، پابندِ صوم وصلوٰۃ اور عارفہ باللہ خاتون تھیں۔قاری عبدالحیؒ اور حافظ محمدؒ گجرات کے پہلے افراد تھے جو دعوت وتبلیغ کی عالمی تحریک (جسے حضرت الیاس کاندھلویؒ چلا رہے تھے) سے وابستہ ہوئے۔اُن کا اِس تحریک کے بڑے بزرگوں سے مسلسل رابطہ اور باقاعدہ خط وکتابت تھی جن میں حضرت عمر پالنپوریؒ بھی شامل ہیں۔ان دونوں بھائیوں کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ ۱۹۴۷ میں گجرات سے نظام الدین جانے والی پہلی جماعت میں شامل تھے۔

تعلیم اور ابتدائی خدمات:

حضرت مولانا یوسف پٹیلؒ نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے عالمِ دین والدِ گرامی اور اپنے قصبے کے علمائے کرام سے حاصل کی۔انہوں نے قلیل عرصے میں قرآنِ کریم حفظ کرلیا۔پھر آپ اعلیٰ اسلامی تعلیم کے لئے سورت شہر کی مشہور درسگاہ جامعہ حسینیہ راندیر میں داخل ہوئے۔وہ عزمِ صمیم کے حامل طالبِ علم تھے۔ہر مضمون میں ہمیشہ اعزازی نمبر لیتے۔حضرت مولانا یوسف پٹیلؒ اُن قلیل مقامی لوگوں میں سے تھے، جنہوں نے درسی تعلیم کے دوران جنوبی افریقہ کے طلبہ سے تعامل کے ذریعہ انگریزی بھی سیکھ لی۔حضرت مولانا یوسف پٹیلؒ ہمہ وقت دوسروں کی مدد کے لئے تیار رہتے تھے۔ایک مرتبہ سیلاب آگیا، جس نے مدرسے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔حضرت مولانا یوسف پٹیلؒ اُن چند طلبہ میں سے تھے جنہیں تیرنا آتا تھا۔پیراکی کی

اس مہارت کو استعمال کرتے ہوئے اُنہوں نے پیراکی جاننے والے ایک گروپ کے تعاون سے باورچی خانے کا تمام سامان (اشیائے خوردونوش، مصالحہ جات اور برتن وغیرہ) بالائی منزلوں پر منتقل کیا، جس کے سبب تمام طلبہ، اساتذۂ کرام اور دیگر افراد کو کھانے کی فراہمی ممکن ہوئی۔وہ ایسے تعلیم یافتہ متحرّک عالم کے طور پر فارغ التحصیل ہوئے جو دینی خدمات انجام دینے میں ہر گھڑی پیش پیش رہے۔

حضرت مولانا یوسف پٹیلؒ نے ابتدا میں دو سال سورت شہر (گجرات) میں بطور امام اپنی خدمات انجام دیں۔۲۶ سال کی عمر میں اُن کی شادی ہوئی۔بعد ازاں ویاڑہ (گجرات) میں اسلامک سائنسز کے معلّم کی حیثیت سے تعیناتی ہوئی تو وہاں چار سال دلجمعی سے کام کیا۔

بارباڈوس اور جنوبی امریکہ میں خدمات:

حضرت مولانا یوسف پٹیلؒ نے بارباڈوس کے ساحلوں کا قصد کیا جہاں اُنہیں جامع مسجد کا امام مقرر کیا گیا۔تین سال بعد اہل وعیال بھی اُن کے پاس آگئے۔اپنی نجی مشکلات اور مفلوک الحالی کے باوجود انہوں نے خود کو ہمہ وقت درس وتدریس، اشاعتِ دین اور سماجی ورفاہی کاموں کے لئے وقف رکھا۔حضرت مولانا یوسف پٹیلؒ نے بارباڈوس میں دورانِ قیام خصوصاً جنوبی امریکہ کے ہر ملک میں دعوتُ وتبلیغ اور ترویجِ دین کے لئے سفر کیا۔برسوں قبل جو مسلمان عرب ممالک سے ہجرت کے بعد کثیر تعداد میں وہاں آباد ہوگئے تھے، وہ دینِ اسلام اور وحدانیت کا سبق بھول رہے تھے۔اُن ایام میں حضرت مولانا یوسف پٹیلؒ وہاں اکیلے عالم

دین تھے، جو عربی زبان روانی سے بول سکتے تھے۔ لٰہذا وہ اُس علاقے کے عرب مہاجرین کے ساتھ روانی سے عربی زبان بول لیتے۔ حضرت مولانا یوسف پٹیلؒ نے اُنہیں بھولا بسرا سبق موزوں اور مناسب طریقہ سے یاد دلایا۔ وینیز ویلا کا ایک مشہور متموّل عرب قبیلہ حضرت مولانا یوسف پٹیلؒ کی بامقصد تعلیم و تبلیغ سے مُثبت طور پر متأثر ہوا اور دین سے نہ صرف قریب ہوا بلکہ اس پر عمل پیرا بھی ہوا۔ آج وہی قبیلہ اُس علاقہ میں کئی مساجد کے انتظام و انصرام میں مصروفِ عمل ہے۔

سلوک و تصوّف میں خدمات:

حضرت مولانا یوسف پٹیلؒ کے خاندان کا پس منظر اہل اللہ عارفین سے منسلک ہے۔ اسی طرح حضرت مولاناؒ کا روحانی تعلق کئی شخصیات کے ساتھ رہا جن میں حضرت مولانا مسیح اللہ خانؒ خلیفۂ مجاز حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور استاد حضرت مولانا غلام حبیبؒ شامل ہیں۔ بعد ازاں حضرت شیخ مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے سلسلۂ بیعت میں منسلک ہو گئے۔ ان کی رحلت کے بعد حضرت مولانا انعام الحسنؒ سے بیعت ہو گئے۔ حضرت مولانا انعام الحسنؒ کی وفات کے بعد عرصۂ دراز سے شیخِ کامل کی جستجو میں تھے کہ ۱۹۹۸ء میں ٹورنٹو (کینیڈا) کے دورہ پر تشریف لائے ہوئے محترم شیخِ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ حضرت محمد احسن بیگ صاحب دامت برکاتہم کے دامن سے وابستہ ہو گئے۔ الحمدللہ یہ قلبی تعلق تادمِ واپسیں برقرار رہا۔ سلوک و تصوّف (روحانیت) کے میدان میں بھی بفضل اللہ تعالیٰ کارہائے نمایاں انجام دیتے رہے۔ اُنہوں نے اتباعِ سنت اور ذکر و مراقبہ کے ذریعے

تزکیۂ نفس اور روحانی پاکیزگی کے لئے بے مثال جُہدِ مسلسل کی۔ تصوّف و سلوک کو قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کی نصوصِ قطعی سے بیان فرماتے۔ لطائف و مراقبات کی انتہائی مؤثر و مدلّل اور دلنشین انداز میں وضاحت فرماتے۔ ذکر اللہ کی عظمت عوام الناس کے قلوب میں نقش کرنے کے لئے کوشاں رہتے۔ گذشتہ کئی برس سے بالخصوص سری لنکا، بھارت، بنگلہ دیش، پاکستان اور ملائیشیا کے ساتھ ساتھ عمرہ و زیاراتِ مقدسہ کے اسفار پر خالص اسی مقصد سے تشریف لے جاتے رہے۔ اِمسال بھی دیگر ممالک کے اسفار کے بعد انڈونیشیا کا سفر بھی فرمایا۔ جہاں نہ صرف سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے مرکز کی بنیاد رکھی بلکہ وہاں کے باسیوں کو اس راستہ کی عظمت سے روشناس کروایا۔ علمائے کرام کو عربی زبان میں سمجھایا۔ انگریزی جاننے والوں کو انگریزی میں واضح کیا۔ غرضیکہ مجموعی طور پر ان کی جملہ خدمات ناقابلِ فراموش بھی ہیں اور قابلِ تقلید بھی۔

کینیڈا میں خدمات:

بار باڈوس میں بارہ سالہ قیام کے بعد انہوں نے کینیڈا کو اپنا نیا مسکن بنایا۔ وہ دو مرتبہ قبل ازیں بھی کینیڈا آ چکے تھے۔ پہلی مرتبہ دورانِ رمضان المبارک مدینہ مسجد (ٹورنٹو) میں تراویح پڑھانے کے لئے تشریف لائے اور دوسری مرتبہ اسلامی اجتماع میں شرکت کے لئے تشریف لائے۔ اُن کی پہلی رہائش گاہ مرکزِ شہر میں مدینہ مسجد سے قریب تھی۔ حضرت شیخ مولانا یوسف پٹیلؒ ٹورنٹو کے اُن اولین دینی علمائے کرام میں سے تھے جن کا دعوت و تبلیغ سے گہرا تعلق تھا۔ تقریباً ایک سال

بعد وہ سکار بورو (مشرقی ٹورنٹو) تشریف لے گئے اور اپنی وفات تک وہیں قیام پذیر رہے۔ ابتداء میں حضرت مولانا یوسف پٹیل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا وقت رضا کارانہ درس وتدریس اور پھیلتے ہوئے شہر کی مختلف مساجد میں جمعہ کے خطبات و بیانات کے لئے وقف فرمایا۔

مکی مسجد برامپٹن اور پیل کی اسلامی سوسائٹی:

اپنے ہم منصب حضرت خلیل احمد صوفیؒ کی تجویز پر وہ برامپٹن کے اُن چند بھائیوں سے ملے جو ایک چھوٹی سی مسجد (جو ایک گھر خرید کر مسجد میں تبدیل کی گئی تھی) بنانے کیلئے کوشاں تھے۔ حضرت مولانا یوسف پٹیلؒ نے اس کمیونٹی کو قائم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ آج یہ فروغ پا کر مکی مسجد برامپٹن بن چکی ہے۔ اس مسجد کا آغاز انہوں نے اخلاصِ نیّت سے کیا۔ بتدریج تعلیم، جنازہ کی سہولت اور روحانی تربیت تک کی مکمل وفعّال سہولتیں مہیّا کرنے میں حضرت مولانا یوسف پٹیلؒ کا کردار مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ اس ادارہ کے لئے حضرت مولاناؒ نے مقامی و بین الاقوامی سطح پر لاکھوں ڈالرز اکٹھے کئے۔ انہوں نے تعلیمِ قرآنی کے لئے شام کے اوقات میں سکول اور پورے اوقات کے لئے اسلامی سکول کا تنظیمی ڈھانچہ بنایا۔ انہوں نے اس کمیونٹی میں ایسے باصلاحیت رہنما تیار کئے جو آج بھی ستاروں کی مانند دمک رہے ہیں۔ اُنہوں نے نائب امام کے بغیر تنِ تنہا پنجگانہ نمازوں کی امامت کی۔ اُنہوں نے ہفتہ وار خطبات، اجلاسوں اور مختلف پروگراموں کے ذریعے کمیونٹی کی تعلیم اور کردار میں بہتری کے لئے رہنمائی فراہم کی۔ انہوں نے

روزانہ ٹورنٹو کے مشرقی کونے سے مغربی کونے تک کا سفر کیا۔ کمیونٹی کی خدمات میں رات تک کام کی وجہ سے وہ اکثر مسجد میں ہی سو جاتے تھے۔ وہ بیس سال مکی مسجد برامپٹن میں قابلِ قدر خدمات سرانجام دیتے رہے۔

ٹورنٹو کا پہلا جدید اسلامی سائنسز کا مدرسہ:

حضرت مولانا یوسف پٹیلؒ برامپٹن کے دورانِ قیام اُن تین ارکان میں شامل تھے، جنہوں نے مدرسہ جامعہ العلومُ الاسلامیہ (جو عہدِ ماضی میں اَیجیکس میں تھا) کو پہلی بار جدید اسلامی تعلیم سے مزیّن کیا۔ ایک سال تک بلا معاوضہ انہوں نے یہاں خدمات انجام دیں۔ یہ ادارہ قائم کرنے کے بعد یہ مشعل انہوں نے دوسروں کے حوالے کر دی تاکہ نیک اور سعید کام جاری وساری رہے۔

متعدّد اداروں کے بانی اور روحِ رواں:

حضرت مولانا یوسف پٹیلؒ نیکی اور اچھائی کی ترویج واشاعت کے لئے مثبت اقدامات کرنے میں کافی متحرک تھے۔ اپنی رسمی ذمّہ داریاں نبھانے کے علاوہ انھوں نے ریڈیو اسلام کینیڈا کے لئے خود کو رضاکارانہ طور پر پیش کیا۔ متعدد دینی ادارے تشکیل دینے میں اُن کا کردار کلیدی تھا۔ اُنہیں جمیعۃ العلماء کینیڈا کا ڈپٹی چیئرمین نامزد کیا گیا جسے کینیڈا کے مسلم فقہا کی کونسل (Canadian Council of Muslim Theologians- CCMT) کہا جاتا ہے۔ ادارے کے ماہانہ اجلاسوں میں ان کی شرکت سے ادارہ بتدریج مضبوط ہوا۔ خصوصاً بطور ڈائریکٹر کمیٹی برائے حلال اشیاء حضرت مولانا یوسف پٹیلؒ کی خدمات قابلِ

صدستائش ہیں۔اُنھوں نے کینیڈا کے مسلمانوں کو حلال اشیاء کی فراہمی یقینی بنانے کے لئے ان تھک کام کیا۔علاوہ ازیں وہ شروع ہی سے کینیڈین رویت ہلال کمیٹی کے افسر اعلیٰ بھی تھے۔

حضرت مولانا یوسف پٹیلؒ نے دین کی ترویج واشاعت اور تدریس وتبلیغ کے لئے دنیا بھر کا سفر کیا۔ایک سال کے دوران وہ کم ازکم پانچ ملکوں کا سفر کر لیتے تھے۔کئی برسوں سے وہ کینیڈا میں مقیم لوگوں کو حج وعمرہ احسن طریقہ سے ادا کرنے کے لئے مدد فرما رہے تھے۔

اپنی زندگی کے اُن ایام میں جب وہ بظاہر ریٹائر ہو گئے تب بھی انہوں نے اپنا مشن جاری وساری رکھا۔انہوں نے پیرانہ سالی کے باوجود رضائے الٰہی کی خاطر دینی امور میں اپنی سرپرستی،مشاورت،اسفار اور تدریس وتبلیغ کو جاری رکھا۔حالیہ سالوں میں بہت شدّ ومد سے تزکیۂ نفس،اذکار ومراقبات اور مادیّت پرستی سے مکمل پرہیز کی طرف مائل ہوئے۔ان کو اپنے شیخِ سلسلہ حضرت محمد احسن بیگ صاحب دامت برکاتہم کی طرف سے تصوّف اور روحانیت کی ترویج وتربیّت کے لئے ایک خصوصی مقام بھی دیا گیا جسے انھوں نے تادمِ زیست پوری مقصدیّت کے ساتھ وفاداری سے نبھایا۔

اعلیٰ خصائل:

حضرت مولانا یوسف پٹیلؒ اپنی ہنس مُکھ، بذلہ سَنج طبیعت، متبسّم چہرے، حاضر جوابی اور گُھل مِل جانے والی شخصیت سے پہچانے جاتے تھے۔ہر شخص اُن سے بلاتکلّف مل سکتا تھا۔ وہ انتہائی عاجز اور منکسرُ المزاج شخص تھے۔لوگوں کی خدمت سے اُنہیں خاص لگاؤ تھا۔کھانے میں دوسروں کو ترجیح دینا

پسند کرتے تھے۔ہمیشہ بلا خوف وجھجک اپنی ذاتی امتیازی حیثیت اور قدر ومنزلت کی پرواہ کئے بغیر،نوجوان علماء اور ائمہ کرام کو آگے بڑھ کر قیادت سنبھالنے کی ترغیب دی۔انہوں نے کبھی ایک خاص نوعیت کے کام سے خود کو وابستہ نہیں رکھا۔انہوں نے تقریباً ہر شعبہ میں یعنی دعوت وتبلیغ،تعلیم وتدریس، اسلامک سائنسز، سلوک وتصوف (روحانیت) سماجی ورفاہی اور فلاحی کاموں سمیت سب ذمّہ داریاں تندہی اور دلجمعی سے انجام دیں۔دین ودنیا کے ہر میدان میں اُن کی کارکردگی شاندار رہی۔ہر معاشرتی طبقے نے ان سے ذاتی قربت محسوس کی۔

موت۔ایک تلخ حقیقت:

حضرت مولانا یوسف پٹیلؒ کا انتقال ایک واضح وبین انتباہ ہے کہ موت اٹل اور ناگزیر حقیقت ہے۔ایک عرب شاعر نے کہا ہے کہ

یامن بدنیاہُ اشتغلْ   وغرَّہُ طولُ الأملْ

الموتُ یأتي بغتةً   والقبرُ صندوقُ العملْ

"اے وہ شخص! جو اپنی دنیا میں مگن ہے اور لمبی امیدوں نے تجھے دھوکے میں ڈال رکھا ہے،موت (جو اٹل حقیقت ہے) کسی بھی وقت اچانک آسکتی ہے۔ جان لو! اعمال (زندگی میں کئے نیک اعمال ہی) قبر میں تمہاری مدد کریں گے۔"

اختتامی کلمات:

آخر میں ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ وہ حضرت مولانا یوسف پٹیلؒ پر اپنی

رحمتوں اور مغفرتوں کا نزول فرمائیں اور اُنھیں جنت الفردوس کے اعلیٰ وارفع درجات عطا فرمائیں۔ آمین۔ ان گنت لوگ حضرت مولانا یوسف پٹیلؒ کی کمی کو محسوس کریں گے۔ حقیقت میں جب متقی لوگوں کا انتقال ہوتا ہے تو بے جان چیزیں بھی اس سے متاثّر ہوتی ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کے بطلِ جلیل امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر یہ جامع جملہ کہا تھا:

أَنَّ إِسْلَامَ عُمَرَ كَانَ نَصْرًا، وإِنَّ إِمَارَتَهُ كَانَتْ فَتْحًا، وَايْمُ اللّٰهِ مَا أَعْلَمُ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَدًا إِلَّا وَجَدَ فَقْدَ عُمَرَ حَتَّى الْعِضَاةِ۔

”عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام کے لئے بڑا آسرا تھے۔ اُن کی قیادت بھرپور فتح تھی۔ اللہ کی قسم! کرّہ ارض پر کوئی ایسی چیز نہیں جسے میں نہ جانتا ہوں جو عمرؓ کی غیر موجودگی محسوس نہ کرتی ہو، حتیٰ کہ جنگلی پودے بھی۔“

ٹورنٹو علاقے کی عظیم چمک دمک کو ہم نے کھو دیا ہے مگر اُن کی خدمات اور کام رہتی دنیا تک زندہ رہیں گے۔

غزالاں تم واقف ہو کہو مجنوں پہ کیا گزری
دِوانہ مر گیا آخر کو پروانے پہ کیا گزری

□□□

ظرافتِ طبع

محمد منہاج کھوکھر

محترم الحاج محمد منہاج کھوکھر سلسلۂ اویسیہ نقشبندیہ کے جرعہ نوشوں اور سلسلہ کے اکابر بالخصوص حضرت اقدس احسن بیگ مدظلہ کے عقیدتمندوں میں سے ہیں، انہوں نے ہماری درخواست پر سہ ماہی پیام سہارنپور کے خصوصی شمارہ کے لئے ذیل کا خوبصورت مضمون انگریزی زبان میں سپردِ قرطاس فرمایا تھا، افادۂ عام کی غرض سے حضرت اقدس احسن بیگ مدظلہ کی حسبِ ایماو مشورہ محترم محمد ناظم سرور نے اردو میں ترجمہ کیا اور سید زاہد علی زاہد نے تصحیح و نظرِ ثانی فرما کر لائق اشاعت بنایا۔ (ادارہ)

□□□

میں ایک مُشفق اور رہنما شخص کی ظرافتِ طبع اور بذلہ سَنجی پر گفتگو بیان کر رہا ہوں جو ایسے نادرِ روزگار عالمِ دین تھے جنہوں نے ہندوستان سے بارباڈوس تک اور کینیڈا سے باقی تمام دنیا تک مسلم امّہ کی بہبود کے لئے جُہدِ مسلسل کی۔ مولانا یوسف پٹیلؒ کو اللہ تعالیٰ اپنی جودوسخا سے اور فضل و کرم سے جنّت الفردوس میں عالی درجات عطا فرمائے۔ اور ان کی بشری خامیوں اور خطاؤں سے صرفِ نظر فرمائے۔ آمین۔

مولاناؒ ہمیشہ متبسّم رہتے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ دینِ اسلام اور مشائخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ (حضرت بیگ صاحب وحضرت شاہ صاحب دامت برکاتہم) کی ہدایات و نصائح کے مطابق ذکر و مراقبہ کی ترویج و اشاعت میں انتہائی سنجیدہ بھی تھے۔ مولاناؒ سے ہمیشہ خوش گوار یادیں ہی وابستہ رہیں۔ بے شک میں انتہائی افسردہ اور ملول

ہوں کہ مولاناؒ نہ صرف میرے قریبی دوست تھے بلکہ میرے محسن و مربّی بھی تھے۔ میں اکثر دیگر معاملات کے علاوہ ذاتی ونجی معاملات میں بھی اُن سے رہنمائی حاصل کرتا۔ اِمسال ملائشیا اجتماع میں اُن کی عدم موجودگی بے حد محسوس ہوگی کیونکہ وہ 2010ء سے 2016ء تک مسلسل سات سال وہاں تشریف لاتے رہے۔ مولانا سے خوش گوار یادوں کی وابستگی کی بڑی وجہ دینی شعائر اور اذکار و مراقبہ سے مکمّل اخلاص کے ساتھ ساتھ اُن کا سدا بہار مسکراتا ہوا چہرہ ہے۔ یہ زیادہ موزوں اور مناسب ترین ہے کہ اُنہیں شگفتگی، ظرافتِ طبع اور حسِ مزاح کی برجستگی کے لئے یاد رکھا جائے۔ میں نے کبھی بھی اُن کا رویہ کسی کے ساتھ تلخ نہیں پایا تاوقتیکہ جب عوام الناس کو دینی شعائر کے معاملہ میں غیر سنجیدہ پاتے۔

میں یہاں چیدہ چیدہ لطائف، کچھ مزاحیہ، کچھ خوش گوار مواقع انتہائی سنجیدگی و متانت سے پیش کر رہا ہوں۔ آپ سب کے قیمتی وقت کا لحاظ کرتے ہوئے اور زیادہ تفصیل پڑھنے کے مخالف رویّہ کے پیشِ نظر میں اپنی تحریر کو محدود کر رہا ہوں۔ گرچہ اُن کی خوش گوار باتوں پر پوری کتاب لکھی جا سکتی ہے۔

حضرت مولاناؒ کے ساتھ مجھے ملائشیا، بنگلہ دیش، بھارت، پاکستان، سری لنکا، کینیڈا اور عمرہ وزیارات کے دوران اسفار کی سعادت نصیب ہوئی جو کسی بھی شخص کو جاننے اور پہچاننے کے لئے کافی ہے۔ مدینہ منورہ میں مقامِ بدر تک سفر کی ہمراہی میرے اہل وعیال اور دیگر بہت ساتھیوں کے لئے قابلِ ستائش اور یادگار رہے۔

مچھر نہ لگنے کی دعا:

بنگلہ دیش میں اجتماع کے دوران کینیڈا سے آئے ہوئے بھائی اشرف

معرفتیہ نے شکایت کی کہ ہم سب مچھروں کا بُری طرح شکار ہوئے ہیں۔ میرے لئے سونا بے حد مشکل تھا اور سارے جسم پر خارش ہوتی رہی۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ حضرت مولاناؒ بالکل ٹھیک تھے۔ انہیں کسی مچھر نے نہیں کاٹا۔ حضرت جی دامت برکاتہم بھی بہت حیران ہوئے کہ اس میں کیا راز ہے؟ مولاناؒ ہنستے ہوئے فرمانے لگے۔ میں نے بھی سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح دعا کی تھی کہ بارش مدینہ میں نہ ہو بلکہ مدینہ کے گردو پیش میں ہو۔ مولاناؒ نے کہا کہ میں نے دعا کی تھی کہ مچھر میری جانب نہ آئیں بلکہ میرے گردو پیش میں ہی رہیں۔ یہ دعا مستجاب ہوئی۔ یہ سن کر حضرت جی دامت برکاتہم بھی کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

حوروں کی کثرت:

ہم نے ڈھاکہ سے چٹا گانگ تک زمینی سفر کیا جو انتہائی پُرخطر اور بارہ گھنٹے طویل تھا۔ میں حضرت مولاناؒ کے ساتھ اگلی نشستوں پر براجمان تھا تاکہ گاڑی چلانے والے پر نظر جمی رہے اور اُسے نیند کا جھونکا نہ آنے پائے یا وہ بے خیالی میں سڑک سے نیچے نہ اُتر جائے۔ دورانِ سفر خوش گوار رہنے کے لئے میں نے مولاناؒ سے عرض کیا۔ اِس دنیا میں ہم مردوں کے لئے دو یا تین بیویاں بلکہ ایک بیوی رکھنا بھی کتنا مشکل کام ہے؟ اُخروی زندگی میں اتنی کثیر حوروں کے ساتھ کس طرح رہ سکیں گے؟ مولاناؒ ہنس کر فرمانے لگے۔ منہاج! آپ جنت میں کتنا عرصہ قیام کا ارادہ رکھتے ہیں؟ اُن کے اِس برجستہ جواب نے میری زبان گُنگ کر دی۔ اُن کا استفہامیہ استفسار اس قدر عمیق اور ظریفانہ تھا کہ مجھ پر اس کا گہرا اثر ہوا۔ یہ بالکل سچ ہے کہ لازوال ابدی زندگی کے دوران جنت میں حوروں کا وجود بڑی بات نہیں۔ تنبیہ الغافلین (مصنفہ :ابواللّیث سمرقندیؒ) میں حضرت سفیان ثوریؒ سے واقعہ

منقول ہے کہ جنت میں ایک بڑا نور دکھائی دے گا جسے عام لوگ اللہ کا نور سمجھ کر سجدہ ریز ہو جائیں گے۔ ایک فرشتہ انہیں آگاہ کرے گا کہ کھڑے ہو جاؤ یہ جنت کی ایک حور کا نور ہے۔ حضرت سفیان ثوریؒ نے اپنے ارادت مندوں سے فرمایا، "تم حوروں کا نور تلاش کر رہے ہو جبکہ میں جنت کے مالک کی طلب میں ہوں۔" عرض کرنے کی غایت یہ ہے کہ حضرت مولاناؒ ایسا برجستہ جواب عطا فرماتے جو نہ صرف مزاح سے بھرپور ہوتا بلکہ حقائق کا غماز اور آئینہ دار بھی ہوتا۔

"مولانا" کہنے پر اعتراض:

ملائشیا میں حضرت مولاناؒ نے خواتین کو بھی ذکر اللہ کی اہمیت سے آگاہ کیا کہ جنت میں کیا کیا عظیم انعامات ملنے والے ہیں۔ ایک بہن (جو یہودی مذہب تبدیل کر کے مسلمان ہوئی تھیں) نے لفظ مولانا کہنے پر اعتراض کیا کہ یہ لفظ اللہ کے لئے خاص ہے۔ اس لئے مذہبی علمائے کرام کو مولانا کہنے کی بجائے عالم یا استاد کہنا چاہیے۔ جواباً مولاناؒ نے مولانا کہنے کے مناسب اور معقول دلائل دیئے۔ مگر نومسلم بہن مسلسل معترض رہیں۔ میں خائف تھا کیونکہ وہ حد سے تجاوز کر رہی تھیں۔ تو میں نے موضوعِ سخن بدل دیا اور یہ نشست خوش گواری سے مکمل ہو گئی۔ بعد ازاں میں نے مولاناؒ سے عرض کیا کہ یہ بہن بنی اسرائیل سے تھیں۔ مولانا ہنس کر فرمانے لگے کہ مجھے درست گمان ہو رہا تھا۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر آپ سرگوشی میں 'بنی اسرائیل' کہہ دیتے تو یہ مباحثہ رونما ہی نہ ہوتا۔

نقصان سے بچنے کی ایوبی دعا:

اپنی زندگی کے آخری سالوں میں مولاناؒ ذیابیطس کے مریض تھے۔ مگر خوراک

سے اجتناب یا پرہیز کے زیادہ عادی نہ تھے۔ مولاناؒ ہمیشہ الائچی کے ساتھ بنی ہوئی پاکستانی چائے نوش کرنا پسند کرتے۔ میں نے اُن کے لئے چائے بنائی مگر اس میں چینی نہیں تھی۔ انہوں نے کمی پوری کرنے کے لئے مصنوعی چینی (sweetner) ڈال لی۔ لیکن کچھ ہی دیر بعد مولاناؒ نے ایک لذیذ آم کھایا۔ مولاناؒ کو آم بہت پسند تھے۔ میں نے مولاناؒ کو ذیابیطس کے بارے یاد دلایا تو مولاناؒ مسکرا کر فرمانے لگے۔ میں نے پہلے ہی یہ دعا کر لی ہے۔ مجھے تعجب ہوا کہ کون سی دعا پڑھی ہے؟ جواباً فرمایا میں نے تین مرتبہ سورۃ القریش تلاوت کی اور حضرت ایوبؑ کی دعا پڑھی۔ اس لئے مجھے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ دعا کیا ہے؟ اشارۃً بتلایا کہ حضرت ایوبؑ کی دعا ہے۔ میرا خیال ہے اس طرح آپ تجسّس سے تلاش کریں گے اور یہ بہتر ہے کہ آپ کو نہ بتلایا جائے۔ سبحان اللہ! اُن کے سکھانے کا انداز انوکھا اور جُداگانہ تھا۔ میں نے یہ دُعا ڈھونڈ لی اور باقاعدگی سے پڑھتا ہوں۔ جب کبھی باہر کا کھانا یا مٹھائی کھاتا ہوں جس کے نہ بنانے والے کا پتہ ہوتا ہے نہ پکانے والے کا؟ نہ یہ علم ہوتا ہے کہ باورچی نے ہاتھ بھی دھوئے ہیں یا نہیں؟ صحیح العقیدہ ہے یا نہیں؟ نمازی ہے یا نہیں؟ مولاناؒ نے حضرتِ اقدس دامت برکاتہم اور دیگر بزرگوں کی تعلیمات کی وضاحت فرمائی۔ حضرت شیخ خواجہ باقی باللہؒ کا باورچی بھی ولی اللہ تھا۔

شیخِ ربّانی حضرت مجددّ الف ثانی سرہندیؒ کے شیخ بھی حضرت خواجہ باقی باللہؒ ہی ہیں۔ حضرت مجددّ الف ثانی سرہندیؒ ہندوستان کے سرکش بادشاہ اکبر کے دینِ الٰہی کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ حضرت مجددّ الف ثانیؒ نے اسلام کی حفاظت نہ کی ہوتی تو آج برّصغیر کے اکثر لوگ گائے کے پجاری ہوتے۔ آج کل حلال اور طیّب کھانے کا اہتمام افضل جہاد سے کم تر نہیں۔ مگر ایسی مشتبہ و مشکوک

خوراک کی صورت میں تین مرتبہ سورۃ القریش اور حضرت ایوبؑ کی دعا کے ذریعہ کچھ حفاظت تو ممکن ہو سکتی ہے۔ سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم یہ دعا صبح شام تین دفعہ پڑھتے تھے۔ ترمذیؒ کی روایت کے مطابق صبح و شام تین بار یہ دعا پڑھنے والا اچانک موت سے محفوظ رہتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مولاناؒ کے سمجھانے کا انداز اتنا عمدہ تھا کہ دوسروں کو خود سے سیکھنے کی رغبت ہوتی۔ اُن کا طریقۂ تبلیغ محض بیان و تقریر پر مبنی نہیں تھا بلکہ اپنی زندگی کا عملی نمونہ تھا جس میں وہ پیہم متبسّم رہتے۔

جنت میں عورتوں کا داخلہ مردوں سے پہلے:

ایک مرتبہ مولاناؒ نے یہ حکایت سنائی کہ عورتیں مردوں سے پانچ سو سال قبل جنت میں جائیں گی۔ کینیڈا کی ایک بہن نے انہیں فون کیا اور کہا۔ میرے شوہر روزانہ تاخیر سے گھر آتے ہیں۔ مجھے اُن کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ میں اس انتظار سے عاجز آ چکی ہوں۔ آپ فرما رہے ہیں کہ مجھے جنت میں بھی اُن کا انتظار کرنا پڑے گا۔ مولاناؒ نے انتہائی متانت سے جواب دیا۔ آپ جنت میں حوروں کی ملکہ ہوں گی۔ آپ کی اتنی زیبائش کی جائے گی کہ آپ کے سامنے سب حوروں کا حسن ماند پڑ جائے۔ اب آپ ہی بتائیں کہ جنت کی دائمی زندگی میں اپنے شوہر کے لئے بناؤ سنگھار کرنے میں آپ کا کتنا وقت لگے گا؟ جب آپ حوروں کی ملکہ بھی ہوں گی تو آپ کی خصوصی تیاری میں اور بھی زیادہ وقت درکار ہوگا؟ یہ سن کر بہن نے لجاجت سے فون بند کر دیا۔

احترام واکرام علما:

قبل ازیں تذکرہ ہو گیا ہے کہ مولاناؒ اچھا کھانا پسند فرماتے تھے۔ مولاناؒ عمر

رسیدہ ضرور تھے مگر زندہ دل اور خوش خوراک تھے۔ کینیڈا میں قیام کے دوران ایک مرتبہ طعام کے لئے میں مولاناؒ کے ساتھ والی نشست پر بیٹھا ہوا تھا۔ اُن کے پوتے بھی آ کر ساتھ شامل ہو گئے۔ دسترخوان پر کھانا لگنے سے قبل مولاناؒ نے خوش طبعی سے اپنے پوتے کو مخاطب کیا۔ طعام سے پہلے مولویوں کے ساتھ ہی بیٹھو کیونکہ سب سے پہلے اور سب سے بہتر کھانا انہیں ہی ملے گا۔ حقیقتاً بھی ایسا ہی ہوا کہ سب سے پہلے اور بہترین کھانا ہمارے ہی سامنے آیا۔

بینگن کا لطیفہ:

سنتِ نبوی کے مطابق حضرت مولاناؒ کو بھی گوشت ہی مرغوب تھا۔ لیکن بینگن پسند نہیں تھے۔ دال کبھی کبھار کھا لیتے۔ بنگلہ دیش کے قیام میں ہم کھانے کی میز کے گرد بیٹھے تھے جب کھانا چُنا گیا، حضرت جی دامت برکاتہم مہمانِ خصوصی تھے۔ میز چھوٹی تھی اور ہم سات آٹھ اشخاص مِل جُل کر بیٹھے تھے۔ کھانے میں کچھ گوشت اور کچھ مچھلی بھی تھی۔

ادب کی وجہ سے سب کچھ پہلے حضرت جی دامت برکاتہم کے سامنے چُنا گیا۔ جب حضرت جی دامت برکاتہم کھانا ڈال رہے تھے، اس دوران کچھ سبزیاں بھی رکھی گئیں۔ بینگن کی رکابی بھائی اشرف معرفتیہ کے سامنے آئی۔ یہ جانتے ہوئے کہ مولاناؒ کو بینگن ناپسند ہیں۔ انہوں نے دانستہ بینگن کی رکابی مولاناؒ کے سامنے رکھ دی۔ بھائی اشرف معرفتیہ کے چہرے پر شریر مسکراہٹ سے ہی بھانپ گیا کہ وہ مولاناؒ سے مزاح کر رہے ہیں، مولاناؒ نے حضرت جی دامت برکاتہم کی موجودگی کا لحاظ کرتے ہوئے تھوڑے سے بینگن اپنی پلیٹ میں ڈال لئے، جوں ہی انہوں نے کھانا

شروع کیا۔ بھائی اشرف معرفتیہ کی رگِ ظرافت پھڑک اُٹھی۔ انہوں نے کہا مولاناؒ! آپ نے کافی بینگن نہیں لئے اور مزید بینگن مولاناؒ کی پلیٹ میں ڈال دئے۔ مولاناؒ نے تبسم اور تأسف سے ملے جلے تأثر کے ساتھ بھائی اشرف معرفتیہ کو دیکھا۔ انہیں بخوبی علم تھا کہ وہ بھائی اشرف معرفتیہ کے مزاح کی زَد میں ہیں، اسلئے خاموشی سے کھانا تناول فرماتے رہے۔ دریں اثناء حضرت جی دامت برکاتہم نے مولاناؒ سے کہا کہ آپ کچھ گوشت بھی لیں تو مولانا نے راحت محسوس کی اور کچھ گوشت اپنی پلیٹ میں ڈال لیا۔ دوسری بار پھر کھانا پیش کیا گیا تو اس میں بھی بینگن شامل تھے۔ میں اب تک کافی محظوظ ہو چکا تھا۔ بھائی اشرف معرفتیہ نے دوبارہ بینگن مولاناؒ کی پلیٹ میں ڈالتے ہوئے کہا کہ آج بینگن بہت لذیذ ہیں۔ حتّٰی کہ آپ بھی نہایت لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ مولانا نے بینگن کی رکابی اُٹھائی اور بھائی اشرف معرفتیہ کی پلیٹ میں انڈیل دی اور فرمایا کہ آپ اس کے لطف سے کیوں محروم رہیں؟ یہ لیں مزہ!

مردوں میں ایک کمی:

جب مولاناؒ نے بیان فرمایا کہ بیویاں اپنے شوہروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گی تو میں حیران تھا۔ انہوں نے تبسم آمیز لہجے میں کہا۔ ”ہم مرد حضرات فنِ تعمیر کی معمولی چیزوں سے مرعوب ہو جاتے ہیں۔ کتنی خواتین ہیں جو موجودہ بڑی عمارتوں کی تخلیق کار ہیں؟ حتّٰی کہ جب مرد جنت میں داخل ہونے لگے گا تو جنت کے دروازے پر کھڑا اس کی خوبصورتی دیکھنے میں محو ہوگا، کیونکہ اس نے ایسا حسین دروازہ پہلے کبھی نہیں دیکھا ہوگا۔ وہ سالہا سال وہاں کھڑا دروازہ

دیکھتا رہے گا اور اس کی تعریف میں رطب اللّسان رہے گا۔ دریں اثنا اس کی زوجہ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو جائے گا۔ وہ حیرانی سے اپنے شوہر کی جستجو میں باہر آئے گی اور اسے دروازہ دیکھنے میں محو پائے گی، تو اسے بڑی سرعت سے کھینچتے ہوئے اندر لے جائے گی اور کہے گی۔ ”محترم! آپ وہاں باہر کیا دیکھ رہے تھے؟ اصل حُسن تو اندر ہے۔“ پھر اپنے شوہر کو مزید زور سے کھینچتے ہوئے اور اندر لے جائے گی۔ جب مولانا صاحب کہہ رہے تھے کہ ”اسے اور اندر کھینچے گی“ تب مجھے لگا کہ مولاناؒ میرا بازو ہی کھینچ کر اتار دیں گے۔

مزاح کی ایک اہم وجہ:

اُن کی اپنے اور دوسرے مولانا حضرات کے بارے میں اردو شاعری بہت مزاحیہ تھی۔ وہ اتنے عاجز اور منکسر المزاج تھے کہ خود اپنا مزاح کرنا اُن کے لئے بڑی بات نہ تھی اور یہ صرف سامعین کو محظوظ کرنے کے لیے ہوتا تا کہ وہ بعد ازاں ہونے والے سنجیدہ موضوع کی جانب اپنی توجہ مبذول کرسکیں۔ اس کے برعکس دوسری جانب دیکھا جائے تو مولانا عصرِ حاضر کی ٹیکنالوجی کے شناور بھی تھے۔ جدید ایجادات جیسے کمپیوٹر و دیگر آلات کا استعمال بخوبی جانتے تھے۔ ہر سال وہ مجھے تحائف پیش کیا کرتے جس میں خودکار آذان والی گھڑی (جو دو مرتبہ دی) اور ٹول سیٹ بھی شامل ہے۔ انہوں نے کہا ”میں سوچ رہا تھا کہ آپ کو کیا تحفہ پیش کیا جائے، پھر پتہ چلا کہ آپ ہر وقت کچھ نہ کچھ ٹھیک کرتے رہتے ہیں تو مجھے ٹول سیٹ سے مناسب تحفہ کوئی اور نہیں لگا“۔ اب جب بھی میں اس سیٹ کو دیکھتا ہوں تو ان کا مسکراتا ہوا چہرہ اور منتخب الفاظ ذہن میں گونجنے لگتے ہیں۔

ہدایا دینے کا معمول:

اُن کی حلیم الطبع اہلیہ ہمارے خاندان کے لئے تحائف میں میوہ جات اور دیگر سامان بھجواتیں جس میں لباس اور نفیس کپڑے تو ہمیشہ ہی شامل ہوتے تھے۔ اُن کی اہلیہ فیّاض اور خلیق تھیں، قریباً دس ماہ قبل جب ایک حادثہ میں اُن کا انتقال ہو گیا تو مولاناؒ بہت دل گرفتہ تھے، انہوں نے اشک بار آنکھوں سے میری بیٹی کو تحفہ دیا اور کہا، ”وہ آپ کے لئے تحائف کا چناؤ کرتی تھیں، مگر مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ آپ کو کیا پیش کروں۔ جو بھی میں اپنی سوچ کے مطابق لے سکا ہوں، اُسے میری اہلیہ کی طرف سے سمجھ کر قبول کرلیں۔“ یہ سن کر سب آبدیدہ ہوگئے۔

میں دعا گو ہوں کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ مجھے مزید باتیں لکھنے کی ہمت عطا فرمائیں، خصوصاً وہ باتیں جو اُنہوں نے ہمارے محترم شیوخ حضرت جی احسن بیگ صاحب اور حضرت جی بنیاد حسین شاہ دامت برکاتہم کے بارے میں ارشاد فرمائی ہیں (اللہ اِن پر اپنی رحمت سایہ فگن رکھے)۔ دورِ حاضر میں جب کہ مستند علمائے کرام کا فقدان ہوتا جا رہا ہے، تو میں صحیح علم کی منتقلی کے بارے میں سوچ کر پریشان ہو جاتا ہوں۔ موجودہ دور میں ہم ٹیلی ویژن پر مشنری مبلغین (جو عیسائی، یہودی اور ہندو عبادت گاہوں کے مبلغین کی طرز پر ہوتی ہے) کی مانند مولاناؤں کو چیختے چنگھاڑتے دیکھتے ہیں۔ اچھی تقریر یا تلاوت ہی کسوٹی نہیں ہے بلکہ معیار تقویٰ اور علم ہے۔ اہم بات ہے کہ کس طرح اس علم کو زندہ رکھنا ہے اور آگے پھیلانا ہے۔

بدعنوانی کے عفریت:

آج کل بدعنوانی کے عفریت نے پاکستان کا اصل چہرہ مسخ کر دیا ہے۔ انتہا

پسندی اور دہشت گردی نے اسلام کا لبادہ اوڑھ لیا ہے۔ عیسائی پادریوں اور رومی حکمرانوں نے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں نعوذُ باللہ یہ مغالطہ پھیلایا ہوا ہے کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں، حالانکہ اُنہوں نے ایسا کبھی بھی نہیں کہا۔ آج نوّے فی صد سے زیادہ عیسائی حضرت عیسیٰؑ کو العیاذ باللہ اللہ کا بیٹا سمجھتے ہیں۔ عیسائیوں نے تثلیث کا عقیدہ پکا کرلیا ہے۔ اگر کسی عیسائی کو یہ بتایا جائے کہ عیسیٰؑ اللہ کے بیٹے نہیں، تو اس عیسائی کے ساتھ آپ کا تعلق فوراً ختم ہو جائے گا۔

خوف اس بات کا ہے کہ بدقسمتی سے مسلمان ممالک بین الاقوامی طور پر بدعنوانی کی فہرست میں اوّل درجوں پر ہیں جبکہ اسلام پر دہشت گردی کا مستقل لیبل چسپاں کر دیا گیا ہے۔ پاکستانی عوام اور مسلمان ممالک میں علمائے کرام کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ ہم شعور و آگہی پیدا کریں کہ علمائے کرام نے اسلام کے تحفّظ کیلئے کیا کیا قربانیاں دیں اور پاکستان کے بننے میں کتنا اہم کردار ادا کیا؟ ہمیں نہیں بھولنا چاہئے کہ مولانا یوسف پٹیلؒ جیسے علمائے کرام نے اسلام کا اصل تشخّص اُجاگر کیا، اسلام نے نرم خوئی اور سنجیدگی کو فروغ دیا جو ایک ہی سکّے کے دو رُخ ہیں۔ یہ حقیقت ہے **العلماء ورثة الانبیاء**۔ علمائے کرام ہی انبیاء کے حقیقی ورثا ہیں۔ وہ نہ صرف ظاہری علوم کو برقرار رکھتے ہیں بلکہ ان علوم کا احیاء بھی کرتے ہیں۔ جبکہ اولیاء اللہ یا مشائخ کرام باطنی علوم کو برقرار رکھتے ہیں اور ان کا احیاء بھی کرتے ہیں۔ یہ دونوں علوم پانی اور خوراک کی طرح ہیں جو اسلام کی ہیئت کو بناتے ہیں۔ مولانا یوسف پٹیلؒ اس کی ایک روشن مثال تھے۔

اللہ تعالیٰ سے مولانا یوسف پٹیلؒ کو حیاتِ برزخیہ اور جنت الفردوس میں ارفع و اعلیٰ مقام عطا فرمائیں۔ آپ اُن عمدہ ترین لوگوں میں شامل ہیں جن سے میری

ملاقات ہوئی، میں اُن کی رفاقت سے محظوظ ہوا۔ مجھے اُن کی معیّت، اُن کے ساتھ سفر کرنا، کھانا کھانا، نماز پڑھنا، ذکر کرنا یا ویسے ہی اُن کی صحبت میں رہنا سب پسند تھا ایک منفرد شخصیّت جن کی کمی نہ صرف ہمیں پاکستان، بھارت، سری لنکا، عرب ممالک، برطانیہ، امریکہ اور کینیڈا ہی میں محسوس ہوگی بلکہ ملائشیا اور انڈونیشیاء کے اجتماعات میں بھی محسوس ہوگی۔ تمام ملائشین اور انڈونیشین بھائی، بہنیں اُن کے اچانک سانحۂ ارتحال سے رنجیدہ وملول ہیں۔

دعائیہ کلمات:

ہم دعا گو ہیں کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ حضرت جی احسن بیگ دامت برکاتہم اور حضرت جی بنیاد حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم کو خصوصی طور پر صحتِ کاملہ عاجلہ عطا فرمائیں اور اُن کو اپنی حفاظت اور سایہ میں قائم ودائم رکھیں۔ علاوہ ازیں جماعتِ ذکر میں موجود تمام خواتین وحضرات جو جہاں بھی ہیں ان کو سلامت اور جماعت کے ساتھ پیوستہ رکھیں۔ ان کے تقوٰی کو بھی سلامت رکھیں۔ آمین، یاربُ العالمین!!

میں نے اپنی یاداشت کے مطابق یہ مضمون لکھا ہے۔ اگر الفاظ میں کوئی سہو یا کمی بیشی ہوگئی ہو تو اللہ سے معافی کا طلب گار ہوں۔ سب واقعات سچ پر مبنی ہیں۔ میرے علم کے مطابق سب الفاظ درست ہیں۔ اگر کسی کو بھی اِن واقعات سے اختلاف ہو تو تصحیح کے لئے مجھے مطلع فرمائیں۔

رکھا ہے آندھیوں نے ہی ہم کو کشیدہ سر
ہم وہ چراغ ہیں جنھیں نسبت ہوا سے ہے

ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

مفتی محمد راشد ندوی مظاہری استاذ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

آمد ورفت:

اِس کائنات میں آنے جانے کا سلسلہ روزاول سے جاری ہے، ہر ذی روح اپنی مدت حیات پوری کر کے وقت مقرر پر روانہ ہوجاتا ہے، وقت سے قبل کوئی نہ تو اس عالم رنگ وبو میں آنکھ کھولتا ہے اور نہ ہی موندتا ہے، ہر دن ہزاروں جانیں عالم برزخ کے سفر پر روانہ ہوتی ہیں، تعلق کے بقدر کسی کی موت پر زیادہ غم ہوتا ہے تو کسی پر کم، کسی کی موت پر کوئی افسوس نہیں جتایا جاتا تو کسی کا مرنا وہ خلا چھوڑ جاتا ہے جس سے نہ صرف اہل تعلق بلکہ نا آشنا بھی غم زدہ ہوجاتے ہیں۔

زمین کا بوجھ؟

اِس زمین پر ایک بڑی تعداد دھرتی پر بوجھ بن کر گزران کر رہی ہے، تو کچھ افراد ایسے بھی ہیں جن کی ہم نشینی قلبی راحت اور روحانی غذا کا سامان فراہم کرتی ہے، جو اس دنیا میں گم کردہ راہ مسافرین کے حق میں راہ نما، شیطان کے ذریعہ فریب خوردگان کے لئے حقیقت نما، اور جادۂ حق سے منحرف لوگوں کے لئے قبلہ نما کی حیثیت رکھتے ہیں، وجود ارض وسماء اور نزول آدم وحوا سے لے کر وقوع قیام تک ایسی نفوس قدسیہ کا ورود مسعود حکمت الٰہیہ اور شفقت ربانیہ کا مظہر ہے، رب العلمین نے گروہ انسانی کو اپنی رہنمائی اور مشفقانہ کرم فرمائی سے کبھی محروم نہیں رکھا، پہلے انبیاء

کو بھیجتا رہا اور اب خاتم الانبیاء والرسل حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرما جانے کے بعد اپنے نیک و برگزیدہ بندوں کو بھیجنے کا سلسلہ جاری کئے ہوئے ہے، جو لوگوں کے دلوں کو کفر کی نجاست سے پاک کرتے اور ان میں ایمان کی طہارت کی شجر کاری کرتے ہیں، غفلت خداوندی سے زنگ آلود قلوب کو یاد الٰہی کے ذریعہ زندگی بخشتے اور ان کی نورانی کھیتی کو سینچتے و پُر بہار بناتے ہیں، انھیں ہر دم یہی فکر ستاتی ہے کہ مخلوق اپنے خالق سے مربوط اور نیک اعمال میں مضبوط ہو کر اپنے پیروں پر کھڑی ہوتے ہوئے آب کوثر پینے اور اپنے رب کو منہ دکھانے کے قابل ہوجائے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم جس معیار پر امت کو تیار کر کے تشریف لے گئے ہیں وہ معیار پھر سے زندہ و تابندہ ہوجائے کہ افرادِ امت کے دن نورانی اور راتیں رہبان ہوں اور ایامِ زندگی اپنے علاوہ دوسروں کو بھی جنتی بنانے اور انھیں نفع پہنچانے میں گزر رہے ہوں۔

رونے کی لذت:

جو لوگ امت کے لئے راتوں کو روتے، دنوں میں تگ و دو کرتے ہیں وہ بڑے ہی مبارک و خوش نصیب ہوتے ہیں، مولانا محمد یوسف پٹیل (کناڈا) کو اللہ تعالیٰ نے رونے کی لذت اور امت کے لئے خود کو تھکانے کی عادت سے حظ وافر عطا فرمایا تھا، آپ ایک مسلمان بلکہ قابل تقلید بہترین و باکمال عالم دین تھے، آپ کا وجود امت کے لئے تسلی کا سامان اور رفقائے کار کے لئے باعث اطمینان تھا، انسان کبھی مرتا نہیں ہے وہ اپنے اعمال و کارناموں اور نفع رسانیوں کی بدولت زندہ و نقوشِ تابندہ بن کر باقی رہتا ہے، مولانا بے شک عمر طبعی کو پہنچ کر ملک عدم کو کوچ فرما گئے ہیں لیکن اپنے کارناموں اور امت سے ہمدردیوں کے ذریعہ آج

بھی زندہ ہیں، آپ اپنے شیخ حضرت جی بیگ مدظلہ کا عکس جمیل اور استاذ مکرم و معظم حضرت جی مولانا اللہ یار خان صاحبؒ نور اللہ مرقدہ کی دعوت وفکر کا پاکیزہ پرتو تھے، حضرت سے وابستگی کے بعد اپنی پوری زندگی ان کے اشارۂ چشم وابرو کے لئے وقف کر دی۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو ان کی محنت کا بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

نقشبندیہ اویسیہ کے موجود سیارگان:

سلسلۂ نقشبندیہ اویسیہ کے موجود سیارگان میں شمس وقمر کی حیثیت کی حامل دونوں بزرگوں کی خصوصی توجہات کی بدولت حضرت مولانا محمد یوسفؒ علیہ الرحمہ کو ایک نمایاں و نادر مقام حاصل تھا، اِن الفاظ وکلمات کے ذریعہ کسی کی تنقیص یا کسی پر تنقید و تردید مقصود نہیں بلکہ مولانا کی اُس حیثیت کا تذکرہ مطلوب ہے جو اُنھیں اپنے اکفاء واقران سے ممتاز کرتی ہے، وہ یہ کہ آپ حضرت کے مجاز و معتمد ہونے کے علاوہ ایک قابل ومستند ''اصلاحی عالم دین'' بھی تھے، اس میں کوئی شک نہیں بلکہ کاتب السطور اس کا معترف ہے کہ نور معرفت ایک خدائی عطیہ ہے جو دانشگاہوں کی ڈگریاں اور دنیاوی تعلیم ونصاب کا پابند نہیں بلکہ جس پر فضل یزدانی اور فیض سبحانی ہو وہ اسی کو ملتا ہے۔

شخصیت ساز جوہر اور رجال ساز گوہر:

تاریخ میں ایسی صدہا مثالیں ملتی ہیں کہ جو صاحب دل تھے وہ کسی یونیورسٹی کے فارغ نہ تھے بلکہ ایسے کیمیا گر تھے کہ جو ان کی صحبت میں آیا وہ فنکار و باکمال بن گیا وہ ایسے پارس تھے کہ جو ان سے ملا وہ سونا بن گیا، ماضی قریب میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کو بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے کہ آپ اصلاحی عالم تو نہ تھے لیکن

اپنے اندر ایک شخصیت ساز جوہر اور رجال ساز گوہر رکھتے تھے ، ان کی اس صفت کو سمجھنے کے لئے حضرت گنگوہیؒ اور حضرت تھانویؒ کی شخصیت کا مطالعہ و مشاہدہ ہی کافی ہوگا۔ آپ دونوں حضرات حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے مجاز و اجل خلفاء میں سے ہیں ، اگر حاجی صاحب کو یہ دونوں نوجوان علماء نہ ملتے تو شاید ان کا فیض طبقۂ علماء میں اس درجہ نہ پہنچتا۔

مولانا محمد یوسف صاحبؒ مرحوم جب سہارنپور تشریف لاتے تو طلبہ و علماء ان سے خاص ملاقاتیں کرتے ، ان کے اس پھیلاؤ اور اہل علم کا اُن کی طرف ہونے والے جھکاؤ میں اُن کے عالم ہونے کا بڑا دخل تھا کیونکہ موجودہ زمانے میں ایک عام مزاج سا بن گیا ہے کہ طلبہ و علماء کا طبقہ اس راہ میں کسی دوسرے کے مقابلہ میں علماء کو زیادہ ترجیح دیتا ہے گرچہ یہ رجحان صد فیصد محل نظر و قابل غور ہے۔

مولانا مرحوم سلسلہ سے متعلق طبقۂ علماء میں پائے جانے والے شکوک وشبہات کو نصوص کی روشنی میں ایسے منفرد انداز میں واضح فرماتے کہ کوئی اشکال باقی نہ رہ جاتا ، آپ کی گفتگو سننے والا برجستہ کہہ اٹھتا کہ یہ بات تو ہمارے ذہن میں کبھی آئی ہی نہیں اور نہ ہی کسی سے سننے کا اتفاق ہوا۔

ایک انمول تحفہ:

مغرب کے بعد معمول کا ذکر ہونے سے پہلے مولانا کا جو بیان ہوتا تھا وہ اپنے آپ میں ایک انمول تحفہ ہوتا تھا کہ اس میں آپ دیگر طریقہ ہائے ذکر کو بیان کرنے کے بعد ''طریقہ پاس انفاس'' کو منطقی طور پر قرآن وحدیث کی روشنی میں اس طرح ثابت فرماتے تھے کہ نہ تو اکابر میں سے کسی کی مخالفت ہوتی تھی اور نہ ہی حاضرین مجلس میں سے کسی کو اعتراض کا موقع ملتا تھا ، ہاں اگر کوئی مفلس سمجھنا ہی نہ

چاہے تو وہ ایک لاعلاج بیماری ہے جس سے اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

مولانا مرحوم سلسلہ کے حق میں ایک بہترین و نایاب ترجمان تھے ، بے شک انہوں نے سلسلہ کی برکتوں اور نسبتوں سے فیض اٹھایا لیکن ان کی بدولت سلسلہ کا پیغام بھی ایک بڑی تعداد کو پہنچا ، جس سے ان کی زندگیوں میں سدھار اور اعمال میں نکھار پیدا ہوا ، مولانا چھوٹوں میں چھوٹے بن جاتے اور بڑوں میں بڑے ہوتے ، ہر ملنے والا آپ کی گفتگو کو اپنے درد کا درماں سمجھتا اور مانوس ہوجاتا ، انسیت کی بات آگئی تو حقیقت یہ ہے کہ حضرت جی بیگ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اس صفت سے خوب نوازا کہ جو شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے وہ کھنچا چلا جاتا ہے اور خود کو پدری پناہ گاہ میں تصور کرتا ہے ، یہی صفت آپ کے مجازین میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہے ، بالخصوص وہ حضرات جنہوں نے خدمت عالیہ میں خوب وقت گزارا ہے ان میں یہ وصف ممتاز نظر آتا ہے۔

مولانا مرحوم کے انتقال کے بعد ایک خلا سا ہو گیا ہے جسے پاٹنے کی ذمہ داری ہم سب پر عائد ہوتی ہے کہ اعمال میں اس درجہ محنت اور پیام ذکر کی اس قدر اشاعت کی جائے کہ ہر فرد بشر کو یہ ''پیغام محبت'' پہنچ کر رہے۔

مولانا ان نفوس قدسیہ میں سے ایک تھے جن کی موت واقعی امت بلکہ انسانیت کے لئے ایک خسارہ ہے ایسے لوگ بڑی مشکل سے دریافت ہوتے ہیں اور اس دور قحط الرجال میں تو تلاش کے بعد بھی اگر ایسا درِّ تابندہ حاصل ہو جائے تو خدا کی عظیم نعمت ہے۔

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم
تعبیر ہے جس کی حسرت وغم اے ہمنفسو! وہ خواب ہیں ہم

گزرے ہوئے لمحات کی چند یادیں

محترم عبدالحق مجاہد ملتانی

حضرت مولانا محمد یوسف پٹیلؒ بہت بڑے ذہین وفطین انسان تھے، صاحبِ علم وفضل شخصیت تھے، باغ وبہار طبیعت ومزاج کے مالک تھے، آپ کے اخلاق حسنہ اوراوصاف حمیدہ میں تقویٰ وطہارت، صدق مقال، تواضع، صبروشکر، جودوسخا، قناعت واستغنا، کفایت شعاری، ایثاروقربانی، رحم دلی، ترک لایعنی، اور تدبروتفکر شامل تھے۔ انتہائی بااخلاق انسان تھے، اسوۂ حسنہ پرعمل پیراہونے کی ہمیشہ کوشش فرماتے تھے، علم وعمل کے پیکر تھے، سیرت اورصورت کاحسین مجسمہ تھے، نہایت مطلب کی بات کیا کرتے تھے، فضول گوئی سے مکمل اجتناب کرتے تھے، بسیارخوری سے ہمیشہ بچتے تھے۔

میں نے جو بات شدت سے محسوس کی انھیں اپنے شیخ حضرت احسن بیگ مدظلہ سے والہانہ محبت اورانتہائی درجہ میں عقیدت تھی۔

ایک دفعہ فرمانے لگے کہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کاشکرادا کرتے ہوئے تحدیث نعمت کے طور پر کہتاہوں کہ اس ذات پاک نے آپ کوبھی علم کے زیور سے بہت مزین فرمایاہے اورہمیں بھی اس نے اپنی خصوصی رحمت اورفضل وکرم سے بہت نوازرکھاہے مگرعلم کی چاشنی اورعمل کامزہ اس دن آیاجس دن میں نے حضرت اقدس احسن بیگ مدظلہ العالی کے دست مبارک پر بیعت کی اورصحبت شیخ نصیب ہوئی۔

میں نے جواباً کہا کہ اس میں کوئی شک اورشبہ ہی نہیں ہے، ہمیں توپڑھاہواعلم سمجھ ہی اس دن آیاجس دن حضرت شیخ مکرم نے نظرکرم فرمائی اوراپنی خصوصی توجہ دل پرڈالی۔

حضرت مولانا محمد یوسف پٹیلؒ بار بارحضرت اقدس احسن بیگ صاحب مدظلہ کی صحت وسلامتیٔ عمرمیں برکت کے لئے دعافرماتے تھے۔

اللہ تعالیٰ انھیں جنت الفردوس میں مقام بلندعطافرمائے اوران کی قبرکو''روضة من ریاض الجنة'' کامصداق بنائے۔ آمین یارب العلمین

کچھ صفات اور کچھ حسنات

تحریر: محمد مغیث الرحمٰن

حضرت مولانا یوسف پٹیل رحمۃ اللہ علیہ بن مولانا یونس پٹیل علیہ الرحمہ اُن بندگان خدا میں سے تھے جوجلوت میں خلوت، استحضار، تعلق مع اللہ، کیفیت احسان، معرفتِ الٰہیہ اورمنجملہ احسانی کیفیات کاگنجینۂ بے بدل تھے۔

جائے پیدائش ضلع گجرات انڈیا تھا، دورۂ حدیث حضرت شیخ الحدیث مولانا احمداللہ صاحبؒ ضلع گجرات سے کیا۔ شیخ الحدیث مولانا محمدزکریا کاندھلوی رحمہ اللہ علیہ کی آہِ پرسوز اور خانقاہی آداب نیز سلسلۂ نقشبندیہ سے عہدطفولیت سے واقف تھے۔ سالانہ تعطیلات مدرسہ دینیہ میں بزمانہ طالب علمی ''تبلیغ دین''، خانقاہ سہارنپور شیخ الحدیث میں سے آخر الذکر کا انتخاب کرکے حقیقتاً دونوں کویکجا کرکے ''ایام خالیہ'' کوگنجینۂ دولت یقین ومعرفت بنا کر والدین کے حسن تربیت کوعملاً ثابت کیا۔ کینیڈا میں پرانے دعوتِ تبلیغ سے وابستہ سنہری قافلے کے ایک فرد جلیل تھے اور رموزِ یقین وقبولیت اعمال والے نیرتاباں، بدرِ دَرخشاں، ماہِ فروزاں اوررشکِ ملائکہ ہستیوں میں ہی اٹھنا بیٹھنا بچپن سے حاصل تھا۔

سہارن پور کی اصحاب القلوب سرزمین سے اعتقادانہ تعلق تھا۔ والدہ ماجدہ حامل تقوی، نمونہ رابعہ بصریہ تھیں۔ سرزمینِ کفرستان ''کینیڈا'' میں مدفون اول بلندترین منازل سلوک رکھنے والی اورصاحبِ کشف تھیں اورنسبت اویسیہ کی حقیقتاً حامل تھیں۔ والدماجد ابدال والی خصوصیات رکھتے تھے۔ ماشاءاللہ اولادواحفادمثل اجدادہیں، اسم بامسمّٰی تھے۔

سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے مشائخ عظام کے تربیت یافتہ، رفیق مخلص، خلیفۂ اجل اوراخلاق نبوی کاعملی پیکر تھے۔

حضرت مولانا محمد یوسف پٹیلؒ

محمد ارفع سعیدی

۸ اگست ۲۰۱۷ء بروز منگل، بمطابق ۱۵ ذیقعدہ ۱۴۳۸ھ کی شب (بوقتِ عشاء) حضرت شیخ مولانا یوسف پٹیلؒ اچانک انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا موصوف قحط الرجال کے اس دور بالخصوص ''وفات العلماء'' کی ایک اہم کڑی ثابت ہوئے۔

انتقال کی خبر ملتے ہی سہارنپور میں موجود سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ سے مربوط حضرات بالخصوص حضرت مولانا محمد یوسف پٹیلؒ سے ذہنی وابستگی اور قلبی تعلق رکھنے والوں میں غم والم کی فضا چھا گئی۔

۱۷/: ذی قعدہ ۱۴۳۸ھ کو حسب مشورہ دارالعلوم مظفریہ بہٹ روڈ میں ایک پروقار تعزیتی نشست منعقد کی گئی۔

اس اہم اجلاس میں مولانا محمد شاہد تھانوی، مولانا محمد قربان مظاہری، مفتی ناصرالدین مظاہری، مفتی محمد راشد ندوی، ڈاکٹر مرغوب سلیم، شمس الدین، محمد انور، مولانا مبین اختر مظاہری، مولانا محمد انتظار قاسمی وغیرہ بڑی تعداد نے شرکت کی، پروگرام کا آغاز تلاوت کلام اللہ سے ہوا، نظامت کے فرائض مولانا محمد انتظار قاسمی نے انجام دئے، مدیر سہ ماہی ''پیام سہارنپور'' مولانا احمد یوشع سعیدی کی دعا پر یہ اجلاس عصر سے قبل اختتام پذیر ہوا۔

اجلاس میں طے پایا کہ حضرت مولانا محمد یوسفؒ کے مواعظ یکجا کر کے حسب مشورہ واجازت حضرت احسن بیگ مدظلہ شائع کئے جائیں گے۔

''دلائل السلوک''

مؤلفہ: حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

صوفیہ کے یہاں تعلیم وارشاد اور تزکیہ باطن کا طریقہ القائی اور انعکاسی ہے اور یہ تصوف کا عملی پہلو ہے، جس کا انحصار صحبت شیخ پر ہے۔ بقول امام ربانیؒ مجدد الف ثانیؒ ''تصوف کا تعلق احوال سے ہے، زبان سے بیان کرنے کی چیز نہیں'' مگر جہاں تک تصوف کے علمی پہلو کا تعلق ہے، صحیح اسلامی تصوف کے خدوخال کا تعین اور اس کی حقیقت سے علمی حلقوں کو روشناس کرنا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ آجکل جس چیز کو تصوف کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور پیش کیا جاتا ہے، اسے تصوف اسلامی سے دور کا تعلق بھی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صحیح اسلامی تصوف کو بھی شک و شبہ کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ عامۃ المسلمین کو صحیح اسلامی تصوف سے روشناس کرایا جائے، جس کی اساس کتاب و سنت پر ہے تاکہ اس کی روشنی میں اپنی فکری اور عملی اصلاح حاصل کر سکیں۔ اسی احساس فرض کا نتیجہ یہ کتاب (دلائل السلوک) ہے۔

(خود بھی پڑھئے اور احباب کو تحفہ میں دیجئے)